ماہنامہ
# نقیبِ ختمِ نبوّت
مُلتان

## دستک

اگر عُلماء اب بھی متحد نہ ہوئے تو پھر خونی انقلاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسلام دشمن عناصر مساجد کو ویران اور دینی مدارس کو برباد کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں ———

یہ فتنوں کا دور ہے۔ جو لوگ نفاذِ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اب عوام انہیں پرکھیں ———

اِسلام کا نام لے کر جمہوریت کی بات کرنے والے اور اسلام کے ساتھ کسی بھی اِزم کی پیوندکاری کرنے والے دوغلی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ پے در پے شکستوں کے بعد اب انہیں اِس مکروہ دھندے کے جنجال سے آزاد ہو کر اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ ———

- اِسلام سب سے بڑی صداقت ہے ———
- اِسلام کفریہ نظاموں کے سہاروں کا محتاج نہیں ———
- اِسلام کو خالصتاً اسلام کے نام پر ہی نافذ کیا جا سکتا ہے ———

نفاذِ اسلام کے عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دینی قوتوں کا اتحاد وقت کا سب سے بڑا تقاضہ ہے۔ علماءِ حق آنے والے خطرات کے مقابلہ کے لئے متحد ہو کر خالص دینی جدوجہد کا آغاز کریں تو فتح وکامرانی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں ——— *

جانشین امیرِ شریعت
حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بُخاری
خطاب
اجتماعِ احرار۔ ظاہر پیر ۱۵؍جون ۱۹۷۵ء

# اسلامی نظام حکومت کیوں فٹ نہیں؟

بعض مُردہ دل لوگ معترض ہیں کہ دور حاضر کے جدید حالات میں اسلامی نظام حکومت فٹ نہیں بیٹھتا۔ اس کی ایک دلچسپ مثال کچھ یوں ہے کہ ایک لائق ترین درزی نے ایک شخص کے جسمانی اعضاء و تناسب کے مطابق قمیص بنائی۔ سوئے اتفاق سے اس شخص پر فالج گر گیا۔ اعضاء کا تناسب جاتا رہا۔ ایک ہاتھ آگے کو لمبا ہو گیا۔ دوسرا بازو پیچھے کو مڑ گیا۔ کمر کبڑی ہو گئی۔ چھاتی اندر کو دھنس گئی۔ ٹانگیں ٹیڑھی ہو گئیں۔۔۔۔۔ اب وہ قمیص میں عیب بتاتا ہے کہ فٹ نہیں۔ درزی پر بھی نکتہ چینی کرتا ہے۔۔۔ آپ ہی انصاف کیجیے کہ قمیص فٹ نہیں یا یہ منحوس خود "ان فٹ" ہو گیا ہے۔

اسلامی نظام حکومت پر حرف گیری کرنے والو! دراصل تمہارے منہ کا ذائقہ صفراوی بخار سے تلخ ہو چکا ہے۔ اور تمہیں میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے۔ دوا اور غذا میں تلخی نہیں بلکہ تمہارے منہ کا ذائقہ خراب ہے۔ ؎

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

سید الاحرار، امیر شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

# ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ
نومبر ۱۹۹۰ء
جلد ۱ شمارہ ۱۱



رئیس التحریر: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری
مدیر: سید محمد کفیل بخاری

## سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ
مولانا محمد اسحق صدیقی مدظلہ
مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
مولانا محمد عبداللہ مدظلہ
مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہ
مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

## رفقاء فکر

سید عطاء المؤمن بخاری
سید عطاء المہیمن بخاری
سید عبدالخبیر بخاری
سید محمد ذوالکفل بخاری
سید محمد ارشد بخاری
سید خالد مسعود گیلانی
عبداللطیف خالد ○ اختر جنجوعہ
عمر فاروق عمر ○ خادم حسین
قمر الحسنین ○ بدر منیر احرار



## زرِ معاونت اندرونِ ملک

| | |
|---|---|
| فی پرچہ: ۵/- روپے | سالانہ: ۶۰/- روپے |

بیرون ملک: سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت، بنگلہ دیش، انڈیا، امریکہ، برطانیہ، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، برما، نائیجیریا، جنوبی افریقہ، شمالی افریقہ ۳۰۰/- روپے سالانہ پاکستانی

## تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ عالمی مجلس احرارِ اسلام

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان (پاکستان) فون: ۷۲۸۱۳

ناشر: سید محمد کفیل بخاری پرنٹر: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز پرانی غلہ منڈی ملتان مقام اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

# آئینہ


| | | |
|---|---|---|
| اداریہ | مُدیر | ۳ |
| رزم خیبر | شاہ بلیغ الدین | ٦ |
| سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ | حکیم محمود احمد ظفر | ۱۳ |
| قاضی مظہر چکوالی سے میری قلمی جنگ | مولانا قاضی شمس الدین (ساکن درویش) | ۱۷ |
| نعت | مولانا قاضی شمس الدین (ساکن درویش) | ۱۹ |
| سیاست کے غیر اسلامی نظریات | مولانا محمد اسحق صدیقی مدظلہٗ | ۲۰ |
| خوچہ ہم غم کو کھائے گا (نظم) | مجید لاہوری مرحوم | ۳۳ |
| ماضی کے جھروکے سے | قمر الحسنین | ۳۴ |
| مقام صحابہ رضی اللہ عنہم | محترم محمد حسن چغتائی | ۳٦ |
| زبان میری ہے بات ان کی | خادم حسین | ۳۸ |
| دنیا (نظم) | وقار انبالوی | ۴۰ |
| روداد جلسہ سیرۃ النبی (ربوہ) | حبیب اللہ رشیدی | ۴۱ |
| روداد جلسہ سیرۃ صحابہ (چک سہو) | ہم سفر | ۴۳ |
| روداد مجلس ذکر حسین (تلاگنگ) | واصف رومان | ۴۷ |
| قارئین لکھتے ہیں۔ | مکتوب برطانیہ | ۵۰ |
| زبان خلق | قارئین نقیب | ۵۵ |

# دل کی بات

انتخابات کا شور و شغب ختم ہوا اور قوم نے اسلامی جمہوری اتحاد کے حق میں فیصلہ کن رائے کا اظہار کر کے ایک بار پھر ان لوگوں کو زمامِ اقتدار سنبھالنے کا موقع دیا ہے جو پاکستان میں نفاذِ اسلام کے دعویدار ہیں۔ آئی جے آئی کے بڑے حریف پی ڈی اے نے انتخابات میں دھاندلی کا الزام لگا کر حزبِ اختلاف میں بیٹھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ دھاندلی ہوئی ہے یا نہیں؟ اس پر مختلف حلقوں نے مختلف طریقوں کی نشاندہی کی ہے۔ لیکن کوئی بھی اس الزام کو پایہ ثبوت تک پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ انتقال اقتدار اور قیامِ حکومت کے لئے ہمارے ملک کی اکثر سیاسی جماعتیں متفقہ طور پر اسی مغربی طریقہ انتخاب کو ہی معیار قرار دیتی ہیں۔ جس میں صرف اور صرف عوام کے فیصلے کو حتمی حیثیت حاصل ہے، اگر حزبِ اختلاف ملک و قوم کے لئے مخلص ہے تو اسے اپنے ہی وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں عوامی رائے کے احترام میں نتائج قبول کر لینے چاہئیں۔ اور کھلے دل کے ساتھ آئی جے آئی کی حکومت کو قسمت آزمائی کا موقع دیکر ملک میں صحت مند سیاست کو فروغ دینا چاہیئے بیس ماہ کے بے نظیر عہد زرداری میں جس طرح مرکز صوبہ رسہ کشی نے ملک کو مستقل سیاسی و اقتصادی بحران میں مبتلا رکھا۔ اس کا اعادہ بہرحال اب نہیں ہونا چاہیئے۔

موجودہ آزادانہ اور پرامن انتخابات کے نتیجہ میں ملک بھر میں پچاس سے زائد افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ دینی تحریکوں میں قربانیوں اور شہادتوں پر زبان درازی کرنے والے جواب دیں کہ ان کا ذمہ دار کون ہے؟ دینی تحریکوں میں لوگ ایک عظیم مقصد کے حصول کے لئے دشمن کے خلاف لڑتے ہوئے دشمن کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ مثلاً تحریک ختم نبوت 1953ء میں اس وقت کی جابر، امریکی مفادات کی نگہبان اور مرزائیوں کی ایجنٹ حکومت نے "جنرل اعظم خان" (ہلاکو) کے ذریعے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کیا۔ تحریک کے رہنماؤں نے نہ صرف جدوجہد جاری رکھی بلکہ شہداء کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اس بات کی ذمہ داری بھی قبول کی کہ وہ حق کے راستے میں کام آئے ہیں اور پھر تحریک کے زعماء نے اس آزمائش کے لئے اپنے آپ کو بھی پیش کیا۔ مگر اس انتخابی عمل میں لوگوں نے ذاتی دشمنیاں چکائیں اور آپس میں لڑ مر کر کئی خاندان نوشتۂ عبرت بن گئے اور کوئی سیاست دان ان کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں۔ یہی اس نظام کی سب سے بڑی برائی ہے، کہ اس میں انسان ہی انسانی کھوپڑیوں پر اپنا تختِ اقتدار بچھاتے ہیں۔ پھر بھی ان کی تسکین نہیں ہوتی۔ جبکہ اللہ نے اپنے لئے جان دینے والوں کی قسمیں کھائی ہیں اور انہیں ہمیشہ کی زندگی کی خوشخبری دینے کے ساتھ ساتھ ایسے انعامات سے نوازنے کا وعدہ کیا ہے جو انسانی عقل کے تصور سے ماوراء ہیں۔ اور پھر اس قربانی و شہادت کے نتیجہ میں حاکمیت بھی اللہ ہی کی قائم ہوتی ہے، انسان کی نہیں۔

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے۔\
حکمراں ہے بس وہی باقی بتانِ آذری

اسلامی جمہوری اتحاد کے نو منتخب ممبران اسمبلی کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ ان کی شاندار کامیابی میں ان کے منشور میں نفاذ اسلام کے وعدے کو سب سے زیادہ اہمیت اصل ہے۔

عوام نے پیپلز پارٹی کی اسلام دشمنی خصوصاً قصاص و دیت، شریعت بل کی مخالفت، حدود اللہ کی توہین۔ جہاد افغانستان اور جہاد کشمیر کے سلسلہ میں مجاہدین کی جدوجہد سبوتاژ کرنے اور امریکی و بھارتی مفادات پر ملکی مفادات قربان کرنے کے سنگین جرم کے ارتکاب پر پی ڈی اے کو مسترد کیا ہے۔ اور آئی جے آئی کو بھرپور حمایت سے نوازا ہے۔ جناب نواز شریف صاحب اور ان کے ہمنواؤں کو سب سے پہلے قومی اسمبلی سے شریعت بل کی منظوری پر توجہ دینی چاہیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ نفاذ اسلام کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی منظوری اور اس پر سختی سے عمل در آمد

بھی ان کی ترجیحات میں ہونا چاہیے۔ ذرائع ابلاغ، خصوصاً اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر پھیلائی جانے ولی فحاشی اور بدمعاشی کے سدباب کے لئے فوری اور موثر اقدامات کرنے ہوں گے۔ انہیں یاد رکھنا ہوگا کہ پاکستان اور اسلام لازم و ملزوم ہیں انہیں کسی بھی لحاظ سے اسلامی حوالہ سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا میں جہاں بھی مسلمان بستے ہیں ان کی جدوجہد کا حوالہ بھی اسلام ہی ہے۔ تقسیم ہند کے نتیجہ میں پاکستان کا قیام اور پاکستان میں چلنے والی تمام قابل ذکر سیاسی تحریکیں، جہاد افغانستان و کشمیر، سب کے ساتھ اسلامی حوالہ موجود ہے۔ اس لئے اگر اس عظیم حوالہ سے روگردانی کرکے عوام کے اعتماد کو مجروح کیا گیا تو پھر آئی جے آئی اپنے پچھلوں کا عبرتناک انجام بھی سامنے رکھے اب یہاں فیصلے بدلتے دیر نہیں لگتی قوم سیاست دانوں کی چوالیس سالہ فریب کاریوں جھوٹے وعدوں اور بار بار ڈسے جانے سے اچھی طرح باخبر ہے۔ اور ایسی کسی بھی بری صورت حال کے مقابلہ کے لئے آمادہ و تیار ہے۔

پیپلز پارٹی کی عبرتناک شکست میں جہاں ائر مارشل اصغر خان کی "استقامت" کو بڑا دخل ہے۔ وہاں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے اشتراک نے کلیدی کردار ادا کیا ہے اس تحریک نے 88ء کے انتخابات میں اپنی جماعت کے نام اور تختی کے نشان پر جداگانہ حیثیت میں حصہ لیا تھا۔ تب عوام نے تختی لکھنے کے قابل نہ چھوڑی تھی۔ اب انہوں نے پیپلز پارٹی کو کسی قابل نہیں چھوڑا۔

ہم تو ڈوبے تھے صنم تم کو بھی لے ڈوبے ہیں

رافضیوں اور سبائیوں کو پاکستان میں اپنی سیاسی و مذہبی حیثیت کا اندازہ کرلینا چاہیئے؟ کہ وہ کس برتے پر یہاں فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں؟ جبکہ اقلیتوں کے نمائندے اسمبلی میں ان سے زیادہ ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شہید ناموس صحابہ مولانا حقنواز جھنگوی اور اس مشن پر قربان ہونے والے دیگر رہنماؤں اور مسلمانوں نے مومنینِ اہلِ سنت کو بیدار کرنے اور ان میں سیاسی شعور بیدا کرنے میں تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے۔

جو لوگ اس عظیم مشن پر قربان ہوئے یا جو مسلسل جدوجہد میں مصروف ہیں وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انتخابات نے یہ ثابت کردیا ہے کہ عوام کی اکثریت اہل سنت پر مشتمل ہے۔ یہاں صرف اور صرف فقہ حنفیہ ہی نافذ ہوسکتی ہے۔ رافضی ہر دور میں پینترے بدلتے رہے ہیں۔ اور بدلتے رہیں گے۔ پاکستان میں نفاذِ اسلام کے راستے میں روڑے اٹکانا اور اس جدوجہد کو سبوتاژ کرنا ان کا سب سے بڑا مقصد ہے جو ان کے منافقانہ اور بھیانک تاریخی کردار کا تسلسل ہے۔ اور پی پی پی سے اشتراکِ عمل بھی اسی قدر مشترک کا نتیجہ ہے۔ آئی جے آئی کو ان عناصر پر کڑی نظر رکھنی ہوگی۔ اور انتخابات میں ظاہر ہونے والی ان کی حیثیت کو پیشِ نظر رکھ کر اہلِ سنت کے حقوق کا نہ صرف تحفظ کرنا ہوگا بلکہ پاکستان میں رافضیوں کو وہی حقوق دینے ہوں گے جو ایران میں اہل سنت کو حاصل ہیں۔

## خلیج میں اونٹوں کی دوڑ اور بچوں پر سفاکی کا شرمناک مظاہرہ

خلیجی ممالک دبئی وغیرہ میں ایک طویل عرصہ سے معصوم بچوں کو شہنشاہوں کے اونٹوں کے کھیل کے مرگھٹ پر قربان کیا جارہا ہے۔ اونٹوں کی پشت پر معصوم بچوں کو باندھ کر انہیں دوڑایا جاتا ہے۔ بچوں کو مارا جاتا ہے اور ان کی معصوم چیخوں کی آواز سے ڈر کر اونٹ دوڑتے ہیں۔ لیکن شہنشاہوں کے دل نہیں ہلتے۔ کئی برس سے اخبارات کے ذریعہ خبریں اور تصویریں ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس عیاشی، بدمعاشی اور ظلم و بربریت کا سب سے بڑا ہدف پاکستان ہے۔ یہاں سے سینکڑوں بچے اغوا کرکے ان ریاستوں میں سمگل کئے جاتے ہیں۔ کتنے شقی القلب ہیں وہ حکمران اور انسان نما بھیڑیے جو پھول سے بچوں کی معصوم چیخوں سے اپنا دامن خوشیوں سے بھرتے ہیں۔ اگر صدر پاکستان اور وزیراعظم کے معصوم بچے ہیں تو انہیں ضرور چیخیں سنائی دینی چاہئیں۔ اور ان ماؤں کے دکھوں کا فوری مداوا کرنا چاہیئے جن کے دل

مضطرب اور بے چین ہیں، جن کی آہ اور ہوک سے عرش کانپتا ہے۔ حکومت پاکستان کو خود براہ راست اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے تحفظ کے اداروں کے ذریعہ موثر احتجاج کرکے اس انسانیت کشی، ظلم و بربریت اور سفاکی کے دھندے کو بند کرانا چاہیئے۔

## علماء کرام اب کیا کرنا ہے؟

انتخابات میں دینی جماعتوں کے باہمی انتشار نے انہیں جس ہزیمت و ذلت سے دوچار کیا ہے وہ قابل بیان نہیں۔ ایک ہی مسلک کے علماء ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے، دونوں چاروں شانے چت ہوگئے اور مقابلہ تیسرا گروہ جیت گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! قارئین گواہ ہیں کہ ہم روز اول سے اس موقف کا اظہار کرتے آئے ہیں کہ جب تک دینی قوتیں متحد نہیں ہوتیں۔ پاکستان میں حکومت الہیہ کی منزل قریب نہیں آسکتی۔ موجودہ انتخابات میں ہم نے اس بات کا بغور مشاہدہ کیا ہے کہ جہاں علماء باہم متحد تھے وہاں انہیں کوئی نہیں بچھاڑ سکا۔ لیکن جہاں آپس میں مزاحم تھے وہاں گزشتہ انتخاب میں جیتی ہوئی نشستیں بھی ہار چکے ہیں۔ ہم آج پھر کہتے ہیں دینی قوتیں متحد ہو کر ملک میں حکومت الہیہ قائم کر سکتی ہیں۔ اگر اب بھی دینی مفادات کو جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور ذاتی مفادات پر قربان کرو گے تو پھر یاد رکھو

تمہاری داستاں تک نہ ہو گی داستانوں میں

## بابری مسجد کا تنازعہ

بھارت میں انتہا پسند ہندوؤں نے بابری مسجد کے انہدام اور وہاں مندر تعمیر کرنے کی جو تشدد آمیز تحریک شروع کی ہے اس سے نہ صرف بھارت بلکہ دنیا بھر کے مسلمان مضطرب و بے چین ہیں۔ دنیا کے تمام ممالک میں مقدس مذہبی مقامات کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ان کی حفاظت اور مذہب کے پیروکاروں کے حقوق کا تحفظ حکومتوں کے فرائض میں شامل ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک یہاں کسی مندر اور گوردوارے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ بھارت کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ پاکستان اور دنیا کے کئی ممالک میں ہندومت کے پیروکاروں کے مندر اور سکھوں کے گوردوارے بھی ہیں۔ اگر یہ مسئلہ چل نکلا تو پھر یہ آموختہ مندروں اور گوردواروں پر بھی دہرایا جا سکتا ہے۔

بھارتی حکومت نے بابری مسجد کو تحفظ فراہم کرنے کی بجائے اس میں ہندوؤں کو بت رکھنے اور پوجا پاٹ کی اجازت دیکر مسلمانوں کی عبادت گاہ کی توہین کی ہے۔ بھارتی حکومت کو چاہیئے کہ وہ مسجد کو منہدم کرنے کی بجائے مندر کے لئے متبادل جگہ کا بندو بست کرے۔ پاکستان کی نئی حکومت کو بھی بابری مسجد کے تحفظ کے لئے مؤثر قدم اٹھانا چاہیئے۔ اور دو ٹوک مؤقف اختیار کرکے دنیا بھر کے مسلمانوں کی ترجمانی کرنی چاہیئے۔

---

بقیہ از صہ ۴۲

جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

آپ کے خطاب کے بعد جلوس بخاری مسجد پہنچا۔ جس کے سامنے مرزائیوں کا "قصر شرارت" ہے۔ یہاں مجاہد احرار حضرت مولانا سید فضل الرحمن احرار نے دلوں کو گرمایا۔ جذبات کو بھڑکایا اور دشمنوں کو خوب ستایا۔ ان کی دعا پر جلوس ختم ہوا۔

---

شان صحابہ رضی اللہ عنہم اور ردِ رفض و سبائیت پر مشتمل نعروں والے سٹکر ۲۵ سٹکر کا ایک سیٹ ۱۲/- روپے میں، دس سیٹ منگوانے پر صرف ۱۰۰/- روپے بھیجیں ڈاک خرچ خریدار کے ذمہ ہوگا

فون ۴۱۸۱۳
* بخاری اکیڈمی * دارِ بنی ہاشم * مہربان کالونی ملتان

# رزم خیبر

شاہ بلیغ الدین

مدینے سے کوئی دو سو میل دُور یہودیوں کا گڑھ [۵۱] ہے یہاں ایک ساتھ کئی قلعے ہیں بڑے مضبوط اور بڑے مستحکم قلعے! یہ جگہ خیبر کہلاتی ہے خیبر یعنی قلعہ!

مسلمانوں سے یہودیوں کی دشمنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اُن کے پاس دولت ہے، قوت ہے اور عزت ہے۔ سارا خطۂ عرب اُن کا دم بھرتا ہے۔

صلح حُدیبیہ کو دو مہینے گذرے ہیں۔ یہودیوں کا خیال ہے مسلمان دب رہے ہیں ورنہ گر کر قریشِ مکّہ سے یوں صلح نہ کر لیتے۔ سوچتے ہیں کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ اب تو یہ نیا دین پھیلانے والے چٹکی میں مسل دیئے جا سکتے ہیں۔

خیبر میں کل سات قلعے ہیں [۵۲]۔ مال و اسباب اور غلّہ ان میں بھرا پڑا ہے۔ کئی سو سپاہی ہیں جو ان قلعوں کی رکھوالی کر رہے ہیں قَموص اِن میں سب سے مضبوط اور محفوظ قلعہ ہے۔ مَرحَب یہاں کا حاکم بڑے کلّے جبڑے کا آدمی اور بڑی شان و شوکت کا سردار ہے۔ عرب میں اس وقت اُس سے بڑا کوئی اور پہلوان نہیں۔

ہجرت کو ساتواں برس ہے اور محرم کا مہینہ کہ آنحضرتؐ خیبر کی طرف چلے [۵۳]۔ چودہ سو پیادے ساتھ ہیں اور کوئی دو سو کے قریب سوار ہیں [۵۴]۔ حباب بن مُنذر اور سعد بن عُبادہ آگے آگے ہیں۔ ایک کے ہاتھ میں اسلامی پرچم ہے ایک کے ہاتھ میں جنگ کا نشان! میدانِ جنگ میں بڑے بڑے علم لے کر چلنے کا یہ پہلا موقع ہے ورنہ عرب میں چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں لے کر نکلنے کا رواج تھا۔

اسلامی لشکر کوچ کرتا ہوا صہبا کے مقام پر پہنچا تو عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ خیبر نظروں کے سامنے ہی تھا۔ حکم ہوا —— یہیں ٹھہر جاؤ اور صفیں بنا لو!

جماعت کھڑی ہوئی۔ نماز ادا ہو چکی تو کھانے کا خیال آیا۔ مجاہدین بیٹھ گئے۔ فوجیں پیٹ کے بل چلتی ہیں۔ انھیں اچھے سے اچھا کھانے کو دیا جاتا ہے لیکن یہاں کیا ہے؟ کچھ بھی تو نہیں۔ ستو ہی ستو ہے! اسی کو خدا کے نبیؐ اور آپ کے فرمانبرداروں نے گھول کر پیا [۵۵] اور خدا کا شکر ادا کیا۔

---

[۵۱] یہ مستشرقین کا اندازہ ہے۔ ابنِ سعد نے ۹۶ میل کا فاصلہ لکھا ہے۔ شامی نے لکھا ہے تین دن کا راستہ ہے، چار منزل آٹھ برد (قسطلانی)

[۵۲] یعقوبی۔ یاقوت۔ بعض ۱۱ لکھتے ہیں۔
قلعوں کے نام یہ ہیں:-
ناعم۔ قموص۔ شق۔ نطاط۔ سلالم وطیح اور کتیبہ۔ بیس ہزار فوج تھی (یعقوبی)
خیبر عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خیبر بن قانیہ کے نام پر اس بستی کا نام مشہور رہا۔ قزوینی نے لکھا ہے، یہ بخار اور بیماری کا گھر تھا۔ یہودی جب شہر کے دروازے پر آتے تو دس مرتبہ گدھے کی آواز نکال کر بستی میں داخل ہوتے۔ اسے وہ بیماریوں کا توڑ سمجھتے تھے۔
یہودیوں سے پہلے یہاں عمالقہ بستے تھے یہ حجاز کا بڑا سرسبز و شاداب علاقہ تھا۔

[۵۳] ابنِ ہشام۔ بلاذری۔ طبری، ابنِ قیم، ابنِ اثیر: آخر محرم۔ واقدی اور ابنِ سعد جمادی الاولیٰ سنہ ۷ھ لکھتے ہیں تنبیہ و اشراف۔ مواہب لدنیہ

[۵۴] غنائمِ خیبر کے سلسلے میں قاضی ابو یوسف نے اٹھارہ سو حصّوں کا ذکر کیا ہے، اس طرح چودہ سو پیادے اور دو سو سوار ہوتے ہیں۔ سواروں کو غنیمت میں دوہرا حصہ ملتا تھا۔ واقدی نے سواروں کی تعداد تو دو سو لکھی ہے لیکن کُل لشکر کی تعداد چودہ سو بتائی ہے۔ یہی ابنِ اثیر نے بھی لکھا

[۵۵] سُوَید بن نعمان (صحیح بخاری۔ بیانِ خیبر)

(اگلا صفحہ دیکھئے)

شام ہونے کو آئی تھی۔ آگے بڑھنا مناسب نہ تھا۔ رات اسی جگہ بسر ہوئی۔ صبح ہوئی تو خیبر
کی طرف کوچ کا اعلان ہوا۔ عامرؓ بن الاکوعؓ سب سے پہلے چلے۔ حال یہ تھا کہ حمد و ثنا کرتے جاتے
اور ایک ایک قدم اٹھاتے ——————

یا رب العالمین! اگر تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پاتے!
ہم جب فریاد میں پکارے جاتے ہیں تو فوراً پہنچ جاتے ہیں!!
مالک الملک، دشمن کے مقابلے میں ہم کو ثابت قدم رکھ اور ہم کو صراطِ مستقیم پر چلا!!!

یہودی کب کے تیار ہیں۔ وہ آن بان اور وہ سرو سامان ہے کہ اُپنے آپے میں نہیں ہیں بات سچ بھی ہے۔ کہاں اسلحہ سے لیس لشکرِ جرّار اور کہاں پندرہ سولہ سو کی ٹکڑی! وہ بھی ایسی کہ نہ اس کے پاس ڈھنگ کے ہتھیار ہیں، نہ غلہ ساتھ ہے نہ مویشی! برابر کی ٹکر ہوتی تو یہودی کچھ سوچتے بھی اب تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نہتّوں سے مقابلہ ہے۔ مسلمان پہنچے نہیں کہ وہ قلعوں سے باہر نکل آئے آخر انہیں ڈر کس بات کا ہے!

فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ڈٹ گئیں تو حضور صلعم نے چاہا کہ جنگ نہ ہو، لیکن یہودی کوئی بات ماننے کو تیار ہی نہ تھے۔ قوت کا وہ نشہ چھایا ہوا تھا کہ سیدھے منہ بات کرنا بھی گوارا نہ تھا

جب کوئی اور صورت نہ رہی تو ارشاد ہوا کہ —— خدا کے نام پر آگے بڑھو!

حکم کی دیر تھی کہ اللہ کے سپاہی کفن باندھے شہادت کی تمنا لئے آگے بڑھے۔

دشمن کا ساز و یراق بہت ہے۔ تعداد بھی بہت زیادہ ہے لیکن مسلمان سر ہتھیلیوں پر لئے آگے بڑھتے ہیں تو یہودی تاب نہیں لا سکتے۔ تاعم پہلا قلعہ ہے جو فتح ہوا پھر جو دشمن کے قدم اکھڑے تو دوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں قلعہ بھی سر ہو گیا لیکن قموص کے آگے مرحب فولاد بن کر مقابلے کے لئے ڈٹ گیا! یہ قلعہ کاہے کو ہے پہاڑ ہے پہاڑ! یہیں یہودیوں کی سب سے زیادہ آراستہ فوج رہتی ہے اور اس فوج کا سپہ سالار ہے مرحب!

مرحب کے نام کا سارے عرب میں شہرہ ہے۔ وہ بہت بڑا پہلوان ہے لڑتا بھی خوب ہے اور لڑاتا بھی خوب ہے۔ مرحب کا سیدھا ہاتھ اس کا بھائی یاسر ہے اسی کی طرح شجیع اور قیل بیکر! دونوں بھائی ایک سے ایک بڑھ کر شہ زور ہیں۔ سارا عرب اُن سے کانپتا ہے بہترین ہتھیاروں سے لیس یہ دونوں لڑائی کے فن میں طاق ہیں۔ ہر داؤں انھیں رواں ہے، ہر پینترا یاد!

---

حضرت انسؓ (بخاری۔ باب مغازی) حضرت انسؓ کی ایک روایت مسلم نے بھی دی ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صبح ہی صبح سرورِ عالم صلعم حضرت ابوطلحہؓ اور حضرت انسؓ کے ساتھ خیبر کی آبادی پر ایک نظر ڈال آئے۔ صہبا کے مقام پر پڑاؤ ڈالنے کے بارے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر بھی حضورِ اعظم صلعم نے یہی کیا کہ سرِ مغرب مرالظہران پر رک گئے۔ قسطلانی نے صاف لکھا ہے آپؐ کی عادت شریف یہ تھی کہ کسی قوم کی طرف رات میں جاتے تو صبح تک حملہ کرنے میں جلدی نہ کرتے تھے۔ ایسا کرنے میں کئی مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ ایک تو دشمنوں سے نامہ و پیغام کا موقع مل جاتا ہے اور اس بات کا امکان رہتا ہے کہ جنگ برپا ہی نہ ہو۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر یہی ہوا۔ رحمت عالمؐ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ بات چیت کے ذریعے معاملات طے ہو جائیں۔ اس کی بہترین مثال صلح حدیبیہ کی صورت میں ملتی ہے۔ ایک اور مثال تبوک کی مہم ہے مسلمان اس وقت بڑے حوصلے کے مالک تھے اور رومی سہمے ہوئے تھے مسلمان چاہتے تو حریف پر حملہ کر دیتے لیکن جب آپؐ نے دیکھا کہ ہرقل قیصرِ روم میدانِ جنگ میں آنے کی ہمت نہیں کرتا تو آپؐ نے کوئی جارحانہ اقدام نہیں کیا۔ خونِ انسانی کا یہ احترام صرف آپؐ ہی جیسی شخصیت سے ممکن تھا۔ افسوس اس امر کا ہے کہ اس کے باوجود مستشرقین الزام تراشی کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ دوسری بڑی مصلحت شام کے دھندلکے میں میدانِ جنگ سے دور پڑاؤ ڈالنے کی یہ تھی کہ منزل پر پہنچتے ہی بڑھتے ہوئے دھندلکے میں حریف کو تنگ کرنے کا موقع نہ ملے۔

(اگلا صفحہ دیکھئے)

دونوں ایک دوسرے کو بڑھاوے دیتے دھاڑتے للکارتے میدانِ جنگ میں نکل آتے ہیں تو فوجیں میدان چھوڑ کر بھاگ جاتی ہیں۔ مسلمانوں کو خیبر میں انہی دیوزاد پہلوانوں سے نمٹنا ہے قبیلۂ حمیر کے یہ دونوں بھائی اپنی قوم کی آبرو ہیں اور اس وقت سب کی آبرو بچائے ہوئے ہیں۔ یہودی خوب جانتے ہیں یہ آخری سہارا ہے۔ یہ گیا تو سب کچھ گیا ــ اس لئے سب نے مل کر سر دھڑ کی بازی لگادی ہے۔

آنحضرتؐ کو کبھی کبھی آدھے سر کا درد ہو جایا کرتا تھا۔ یہ سلسلہ دو ایک روز رہتا، جس کی وجہ سے آپؐ کوئی کام نہ کر سکتے تھے۔ خیبر میں یہ درد شروع ہوا تو ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے فوجوں کی کمان سنبھالی ــ دوسرے دن حضرت عمرؓ نے۔ مسلمان بے جگری سے لڑتے رہے لیکن قلعہ فتح ہونا تھا نہ ہوا۔

شام ہوئی فوجیں خیموں میں واپس آئیں تو جو کچھ رسالت پناہؐ نے فرمایا اس کا مطلب تھا کہ ــــــــ کل میں جو پرچم دوں گا وہ انشاء اللہ فتح کا پرچم ہوگا۔

اب کیا تھا جاں نثاروں کے دلمیں ہلچل مچ گئی، ہر ایک کی تمنا تھی کہ کاش نظرِ انتخاب اس پر پڑ جائے سب کی رات بڑی بے قراری میں گذری۔

صبح ہوئی تو مسلمانوں نے دیکھا، اونٹ پر سوار کوئی اسلامی لشکر کے قریب آرہا ہے۔ سوار رسول اللہ صلعم کے خیمے کے پاس پہنچا اور وہاں اتر پڑا۔ آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور قدم آہستہ آہستہ بارگاہِ نبویؐ کی طرف اُٹھ رہے تھے۔ حضورِ اکرمؐ کی نظر شتر سوار پر پڑی تو آپؐ نے خوشی سے آواز دی ــــــــ آؤ بوتراب آؤ کہو کیا حال ہے؟

آپؐ کے پاس پہنچے تو حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ ــــــــ

یارسول اللہ! آشوبِ چشم کی تکلیف ہے لیکن مشرکین کے طنز کی وجہ سے میں چلا آیا۔

ارشاد فرمایا ــــ

میرے قریب آؤ۔ حضرت علیؓ قریب پہنچے تو سرورِ کونینؐ نے آپ کی دونوں آنکھوں میں اپنا لب لگایا اور دعا فرماتے رہے۔

اِدھر ایک ایک پل گذرنا دوبھر تھا۔ صحابۂ کرام سوچ رہے تھے۔ جانے کس خوش قسمت کے حصے میں آج کی سرداری آئے گی! حضورؐ نے پیش گوئی فرمادی تھی کہ آج قموص کی فتح کا دن ہے۔ سب منتظر تھے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے اتنے میں حضرت علیؓ کو یاد فرمایا گیا۔ وہ حاضر ہوئے تو

ظاہر ہے کہ پڑاؤ ڈالتے وقت فوجیں احتیاط کے باوجود بڑی بے ترتیبی کے عالم میں ہوتی ہیں۔

۱

تاہم میں یہودیوں کا اثاثہ بھی تھا اور رسد کا بڑا ذخیرہ بھی۔ یہاں تین ملک لڑائی ہوتی رہی۔ بنی نضیر کا سردار، سلّام بن مشکم یہاں فوجوں کو قائد تھا۔ وہ اس وقت خیبر میں یہودی فوج کا سب سے بڑا دماغ تھا۔ مسلمانوں نے جان توڑ کوشش کے بعد تیسرے دن اس کی فوج کو ہرا کر اسے قتل کر دیا۔ دو دن تو قلعہ بند رہ کر اس نے لڑائی کی مگر تیسرے دن وہ میدان میں نکل آیا تھا۔ اس کے مارے جاتے ہی یہودیوں کا حوصلہ بیٹھ گیا۔ اس دوران میں غطفانیوں کی طرف سے بھی یہودیوں کو کوئی مدد نہ ملی۔ حالانکہ یہ طے تھا کہ مسلمانوں سے لڑائی چھڑتے ہی وہ بھی اپنا محاذِ جنگ کھولدیں گے۔

۲

حضورِ اکرمؐ نے پہلے ہی ایک اچانک حملے سے غطفانیوں کی کمر توڑ دی تھی۔ خیبر میں مسلمانوں کو بڑا سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ پہلے دن کی لڑائی میں کوئی پچاس مسلمان زخمی ہوئے۔ چپے چپے زمین کے لئے یہودی سر دھڑ کی بازی لگا دیتے تھے۔ یثرب سے نکلنے کے بعد یہی ان کا سب سے بڑا گڑھ رہ گیا تھا اس لئے ان کی ہر ممکن کوشش یہ تھی کہ خیبر کو بچالیا جائے۔ اسلحہ کی کثرت اور بزعم خود فنونِ جنگ میں مہارت کی وجہ سے بھی یہودیوں کو یقین تھا کہ مسلمان ان کا بال بیکا نہ کرسکیں گے۔ بدر کی لڑائی کے بعد وہ اپنی جنگی مہارت کا بڑے فخر سے ذکر کرتے تھے، لیکن اب جب اہل اللہ سے مقابلہ آن پڑا تو انہیں معلوم ہوا کہ مومن ہو تو بے تیغ بھی

(اگلا صفحہ دیکھئے)

حضورؐ نے اپنا پرچم خاص انہیں عنایت فرمایا۔ اس کا پھریرا بی بی عائشہؓ کی چادر سے بنایا گیا تھا۔[۵۱]

حضرت علیؓ میدان جنگ کی طرف چلے تو یہودیوں نے ایک دوسرے سے پوچھا ——

یہ آج کس کے ہاتھ میں پرچم ہے؟

ایک نے آپ کو پہچانا تو بولا —— علیؓ معلوم ہوتے ہیں۔

کچھ یہودی غور سے انھیں دیکھتے رہے پھر کسی نے کہا ——

اے قوم یہود! اس شخص کے تیور بتا رہے ہیں کہ آج تم مارے جاؤ گے۔[۵۲]

فوجوں کی صف بندی ہوئی تو مرحب قلعے سے نکلا۔ وہ اپنا ساز و سلاح دیکھ کر پھولے نہ سماتا تھا اکڑتا، اتراتا اپنی صفوں سے آگے بڑھا اور اسلامی لشکر کی طرف دیکھ کر دھاڑا ——

جب شیر دل میدان میں آتے ہیں اور آتش جنگ تیز ہوتی ہے تو اس وقت کبھی میں بھالا مارتا ہوں کبھی تلوار چلاتا ہوں۔ تم میں کوئی ہے جو مجھ سے آنکھ ملانے کی جرأت کرے؟

سر سے پاؤں تک لوہے اور فولاد میں ڈوبا ہوا ایک شخص میدان جنگ میں کھڑا ہے۔ چار آئینہ سجے، ہتھیار لگائے، سر پر یمن کا بنا ہوا پیلا خود۔ اس پر انڈے کے برابر ترشی ہوئی ہیرے کی کلغی! سارے عرب میں اس کے نام کا ڈنکا پٹا ہوا ہے۔ اکیلا مرحب ہزار سوار کے برابر گنا جاتا ہے۔ پچھلے بیس دنوں سے اس نے مسلمانوں کو تلوار کی نوک پر روک رکھا ہے۔

سارا عرب یہ سمجھتا تھا کہ مرحب کی للکار کا کوئی جواب نہیں لیکن یہودیوں نے دیکھا اسلامی لشکر سے ایک مرد میدان مقابلے کے لئے نکل آیا —— دراز قد، گداز بدن، ایک ہاتھ میں تلوار ایک ہاتھ میں ڈھال، کوئی چالیس برس کا سن و سال! ابنِ اسحٰق اور طبری کی نظروں میں مستند روائت یہ ہے کہ مرحب کی للکار پر اللہ کے رسول نے پوچھا کہ —— کون اس کا مقابلہ کرے گا؟

محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا —— یا رسول اللہ! میں اس سے لڑوں گا اور اپنے بھائی کا بدلہ لوں گا۔

حضورِ اکرم اُن کی جرأتِ ایمانی پر خوش ہوئے۔ دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ انھیں کامیابی عطا فرمائے اور میدان میں نکلنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

دونوں حریف ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ پینترے بدلتے بدلتے دونوں

لڑتا ہے سپاہی اور اس شان سے لڑتا ہے کہ حریف کو دم مارنے کی مہلت نہیں ملتی۔ یہ مسلمانوں کا شوق شہادت تھا کہ بے دھڑک دشمنوں پر جا پہنچتے اور بچ کر بھی آتے۔ اس میں کچھ ان کا اپنا حوصلہ تھا کچھ نصرتِ خداوندی، حالانکہ رسد کی طرف سے مسلمان بہت تنگ تھے۔ جب خیبر آئے تو ستو گھول کر پیتے رہے۔ لڑائی کے زمانے میں ایک وقت ایسا آیا کہ پالتو گدھوں کا گوشت پکایا جانے لگا۔ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت ابوطلحہؓ کو بھیجا کہ ہانڈیاں پھکوا دیں اور مسلمانوں کو بتا دیں کہ گدھے کا گوشت حرام ہے۔ اسی موقع پر خچر، درندے، پنجے سے پھاڑ کر کھانے والے پرندوں کا گوشت استعمال کرنے سے بھی منع کر دیا گیا۔ مردار پرندہ بھی حرام قرار پایا۔ یہ جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، براء بن عازب اور ابوسلیط کی روائتیں ہیں۔

خیبر کی لڑائی میں پندرہ مسلمان شہید ہوئے۔ قسطلانی نے شامی کے حوالے سے لکھا ہے کہ چوبیس نے شہادت پائی۔ ابنِ سعد نے سترہ نام دیئے ہیں اور یہ تشریح کر دی ہے کہ ان میں ایک بشر بن براء زہر بھرا گوشت کھانے سے شہید ہوئے اور دوسرے عامر بن اکوع اپنے ہی خنجر سے ہلاک ہوئے۔ عامر، مرحب سے لڑ رہے تھے۔

دشمن کے ترانوے آدمی مارے گئے

پچھلے صفحے کا حاشیہ

۵۰ ابنِ اثیر

۵۱ یہ بڑا جھنڈا تھا سیاہ رنگ کا اسے عقاب کہتے تھے۔ ابنِ سعد نے مانت بھی لکھا ہے اور آنحضرتؐ کا لباس اپنے میں بھی۔

۵۲ ابنِ اثیر، ابنِ ہشام

۵۳ مسلم، طبری، ابنِ اثیر۔ آئینس رہیں

نے ایک درخت کی آڑ لی۔ فوراً دوسرے نے اس طرف کی شاخیں کاٹ دیں جس ۱؎
طرف دشمن آڑ میں چلا گیا تھا۔ ہوتے ہوتے تمام شاخیں کٹ گئیں صرف کا ٹھنٹا سا باقی رہ گیا۔
اب دونوں پھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو گئے۔ مرحب نے موقع دیکھا ہاتھ تولا
کس کے ضرب لگائی۔ پھرتیلے مجاہد نے ڈھال آگے کر دی۔ غضب کا ہاتھ تھا چمڑے کی
ڈھال کٹ گئی لیکن مجاہد کا اقبال تھا کہ تلوار ڈھال میں پھنس گئی۔ اب جو اللہ کے بندے
نے بجلی کی سی تیزی سے وار کیا تو مرحب اس کے قدموں میں پڑا ایڑیاں رگڑنے لگا۔
مجاہد سے ارشاد ہوا تھا کہ ــــ کل تم مرحب کو قتل کرو گے! یہ پیشین گوئی آج پوری ہوئی ۲؎

یہودیوں کو سانپ سونگھ گیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی ایک حادثۂ فاجعہ تھا ان کی
آنکھیں یقین نہ کرتی تھیں کہ ہزار سواروں کا سوار مارا گیا۔

مرحب کی لاش ۳؎ زمین پر پڑی تڑپنے لگی تو اُن کے دلوں میں انتقام کی آگ بُری طرح بھڑک
اٹھی۔ سب میں پیش پیش یاسر تھا جو بھائی کے قتل پر سخت مشتعل تھا ۴؎۔ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ
ایک ایک مسلمان کو اٹھا کر پٹخ دیتا۔ شیروں کی طرح دھاڑتا۔ بادلوں کی طرح گرجتا طوفان کی طرح
یلغار کرتا وہ صفِ اعدا پر ٹوٹ کر گرا۔ کوئی اس وقت اس کی حالت دیکھتا۔ چیخ پکار سے اس نے
سارے میدانِ کارزار کو دہلا رکھا تھا۔ زخمی ناگ کی طرح پھنکاریں مارتا چیتے کی طرح لپکتا تڑپتا
وہ اس حال میں مسلمانوں کے قریب آیا کہ اس کے منہ سے کف جاری تھا اور آنکھوں سے
شعلے نکل رہے تھے۔ بھائی اور بھائی بھی کیسا مرحب جیسا بھائی! یاسر اس کے مارے جانے
سے دیوانہ ہو گیا۔ چاہتا تھا کہ پہاڑ بھی مقابل میں ہو تو پیس کر رکھ دے۔ جوشِ انتقام سے وہ
آتش فشاں بن گیا تھا کہ پھٹ پڑے تو ایک دنیا کو اپنے سیلابِ آتشیں میں بہالے جائے
یوں بھی وہ مقابلے کے لئے دھاڑتا تو دہشت سے اچھے اچھوں کے دل لرز اٹھتے تھے۔
آج تو ہوائیں بھی کانپ کر رہ گئیں اور دشت و جبل تک تھرا اٹھے۔ لیکن اس موقع پر بھی مسلمانوں کی
صف سے ایک جیالا ۵؎ نکلا۔ سیلابِ بلا کو رد کرنے۔ پھنکارتے افعی کا سر کچلنے۔ بے محابا
بے درنگ سینہ تانے بازو پھیلائے یا منصور یا منصور اَمِت اَمِت ۶؎ کے نعرے بلند کرتا یہ دلیر
آگے بڑھا۔ کوئی پینتیس چھتیس کا سن بڑی بڑی زلفیں، کھلتا ہوا رنگ اونچا پورا قد۔ مضبوط کلے

صفحۂ ہٰذا کا حاشیہ

۱؎ محمد بن مسلمہ جنگِ خیبر کے پہلے علم بردار اور سالار ہیں۔ ناعم کا قلعہ اُنھوں نے ہی سر کیا۔ وہ اس فتح کے بعد قلعے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ مرحب نے بہت پسے چکی کا پاٹ ان پر گرایا جس کی وجہ سے وہ تڑپ تڑپ کر شہید ہوئے۔

۲؎ مرحب کو گرا کر محمد بن مسلمۂ نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور یہ کہہ کر اسے یوں ہی چھوڑ دیا کہ ــــ جس طرح تو نے میرے بھائی کو تڑپایا اب تو بھی اسی طرح تڑپ تڑپ کر جان دے۔
جنگ کے خاتمے کے بعد مرحب کا اسلحہ اور اُس کی سرداری کی نشانیاں سب حضرت محمد بن مسلمہ کو ملیں یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ مرحب انہی کے ہاتھوں مارا گیا۔
عامر بن اکوع سے بھی اس کا ایک مقابلہ ہوا تھا۔ روایتیں حضرت علیؓ کے بارے میں بھی ہیں۔ بھائی کی شہادت پر محمد بن مسلمۂ آشفتہ حال سامنے آئے تو اس موقع پر آنحضرتؐ نے پیشین گوئی کی تھی۔ دیکھئے ابنِ اسحٰق، طبری، واقدی، ابن سعد اور ابنِ قیم (زاد المعاد جلد دوم)

۳؎ مرحب کی عمر ۸۰ برس تھی۔

۴؎ خطۂ عرب میں یہودی قوت کا خاتمہ۔

۵؎ ابن ہشام بن عروہ (سیرت ابن ہشام)

۶؎ اس جنگ میں یہی مسلمانوں کا شعار تھا

۷؎ بخاری، مسلم اور سنن ابن ماجہ میں فضیلت صحابہؓ کے سلسلے میں جو حدیثیں دی گئی ہیں ان میں حضرت زبیر بن عوام کے بارے میں حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ رسالت پناہ صلعم نے جنگِ خندق کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ ہر پیغمبر کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیر ہے۔
اس بارے میں بخاری نے عبداللہ بن عباس کی روایت بھی دی ہے۔

(اگلا صفحہ دیکھیں)

جیحڑے کا یہ بہادر حواریِ رسول اللہ کہلاتا تھا۔

حضرت زبیر صفِ مردانِ خدا سے کیا نکلے کہ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے میدان گونج اُٹھا۔ وہیں کہیں حضرت صفیہ بھی تھیں۔ حضرت زبیر کی والدہ! وہ اس جنگ کے موقع پر زخمیوں کی نگہداشت کرنے آئی تھیں۔ نعرہ ہائے تکبیر گونجے تو انھوں نے میدانِ جنگ کی طرف غور سے دیکھا اور پھر حضورِ اکرم پر نظر کی۔ نگاہیں سراپا سوال تھیں! ارشاد ہوا ——— یاسر مارا جائے گا۔

یہ خوشخبری ماں کا دل بڑھا گئی۔ کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ یاسر کا بھی وہی حال ہوا جو اس کے بھائی مرحب کا ہوا تھا۔ یہودی دنگ تو تھے ہی اب اپنی جانوں سے بھی تنگ ہو گئے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ اُن کی عزت و آبرو کا دوسرا رکھوالا بھی زمین پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور حضرت زبیر نعرۂ فتح بلند کرتے ہوئے لوٹ رہے ہیں تو ہوش ٹھکانے آئے اور ساری فوج میدانِ جنگ میں کود پڑی۔ انتقام کی جلن میں سلگتی، غصے کی آگ میں جھلستی، دیوانہ وار، وحشت بدوش، مسلمانوں پر آ گری۔ دم کے دم میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آج کوئی ذوالفقارِ حیدری کی کاٹ دیکھتا! اِدھر ڈوبی اُدھر نکلی اُدھر ڈوبی اِدھر نکلی۔ جدھر شیرِ خدا بڑھتے یہودی دل کائی کی طرح پھٹ جاتا۔ میدانِ جنگ یہودیوں کی لاشوں سے پٹ گیا۔

قموص بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ اس کا دروازہ پتھر کا بنا ہوا تھا۔ سارا عرب کہتا تھا، یہ قلعہ کبھی سر نہیں ہو سکتا۔ شیرِ خدا نے مجاہدوں کو لے کر دھاوا کیا تو اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اس کا دروازہ توڑ کر پھینک دیا۔ قموص ——— آہنی دیوار! فلک آسا قلعہ جو ناقابلِ تسخیر پہاڑ سمجھا جاتا تھا مسلمانوں کی جرأتِ ایمانی کے آگے سرنگوں ہو گیا۔ ساتھ ہی خیبر بھی فتح ہو گیا

تفسیر سورۂ توبہ میں بھی امام بخاری نے ابن زبیر کی بیعت کے سلسلے میں ابن عباس کی یہ روایت دی ہے کہ حضرت زبیر حواری رسول اللہ تھے۔

بنی قریظہ جنگ خندق کے دوران میں مسلمانوں سے ٹوٹ گئے تھے۔ ان کی جنگی چالوں کا حال معلوم کرنا تھا اللہ کے نبیؐ نے پوچھا کہ کون یہ کام کرے گا۔ حضرت زبیر اس کے لئے فوراً تیار ہو گئے۔ تین مرتبہ سوال دہرایا گیا اور تینوں مرتبہ سوائے حضرت زبیر بن عوام کے اور کوئی آمادہ نہ ہوا اس پر انھیں حواری ——— مددگار خصوصی کا لقب عطا ہوا۔

حضرت عیسیٰ کے مددگار خصوصی حواری اس لئے کہلاتے تھے کہ وہ سفید کپڑے پہنتے تھے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ حواری لفظ حور سے بنا ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ بھی اس موقع پر ساتھ تھیں (طبقات ابنِ سعد۔ اخبار النبی، غزوات و سرایا تذکرۂ جنگ خیبر)

ایک اندازہ ہے کہ کل بیس خواتین مرہم پٹی کے لئے آئی تھیں ان میں حضرت ام سلیم بھی شامل تھیں۔

(بقیہ حاشیہ از گزشتہ صفحات)

دروازے کے بارے میں کل اقوال واہی ہیں۔ قسطلانی۔ ذہبی

قموص کے ہاتھ سے نکلتے ہی یہودی اپنی بازی ہار گئے۔ اب صرف دو قلعہ یا قلعے (سُلالم اور وطیح) رہ گئے تھے جن میں خیبر کی عورتیں اور بچے جمع تھے یہودیوں نے فوراً جان بخشی کی درخواست کی۔ یہ درخواست منظور ہوئی تو پھر گزارش کی کہ ان کی زمینیں انہی کے پاس بٹائی پر رہنے دی جائیں۔ رسالت مآب نے یہ شرط بھی مان لی۔ یہاں لڑائی کے اسباب اور نتائج کا جائزہ پیشِ نظر ہے تو بہتر ہے ——— اسیر بن رزام نے جو خیبر کا سردار تھا مدینے پر چڑھ دوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کا علم آں سرور صلعم کو ہوا تو آپ نے عبداللہ بن رواحہ کو دریافتِ حال کے لئے بھیجا۔ وہ خیبر گئے خود اسیر کی زبان سے اس کے منصوبے کی تفصیلات چھپ کر سنیں اور لوٹ کر خدمتِ نبویؐ میں سارا احوال عرض کیا۔ آپؐ نے پھر عبداللہ بن رواحہ کو خیبر بھیجا۔ اس مرتبہ اُن کے ساتھ ایک وفد گیا جو تیس افراد پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ پیام دوستی لے کر گئے اور اسیر کو مدینہ آنے کی دعوت دی کہ اس کی سرداری کا سرکاری اعلان مدینے میں کیا جائے اور دونوں حکومتوں میں مستقل دوستی کا معاہدہ ہو جائے! اسیر اپنے تیس آدمی لے کر خیبر سے نکلا لیکن راستے میں اس نے اپنی رائے بدل دی

(اگلا صفحہ دیکھئے)

اور عبداللہ بن اُنیس کو قتل کر کے خیبر کو لوٹ گیا پھر اپنے حلیف بنو غطفان سے مدینے کے قریب غابہ کی چراگاہ میں غارت ڈلوائی۔ یہ لٹیرے وہاں سے دودھ دینے والی اونٹنیاں لے بھاگے اُن کا پیچھا کر کے سلمہ بن اکوع نے یہ اونٹنیاں چھڑا لیں لیکن حضرت ابوذر کے صاحبزادے اس موقع پر قتل ہوئے۔ یہ واقعہ ذی قرد کہلاتا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے لکھا ہے کہ اس واقعے کے تین دن بعد ہی حضور اکرمؐ خیبر کی مہم پر نکلے مسعودی اور دوسرے مورخین ذی قرد کا واقعہ کوئی نو مہینے پہلے کا بتلاتے ہیں لیکن طبری اسے خیبر سے پہلے کا جھگڑا قرار دیتے یہی فتح الباری میں ابن حجر کی رائے بھی ہے۔

مسلمان خیبر پہنچ گئے تو عبداللہ بن اُبی نے یہودیوں کو پیغام بھیجا کہ اسلامی فوج کے مقابلے میں تمہاری تعداد بھی زیادہ ہے اور اسلحہ بھی بہتر ہے اس لئے قلعہ بند ہو کر نہ لڑنا بلکہ کھلے میدان میں نکل کر انھیں تباہ کر دینا۔

خیبر کی فتح کے لئے حضور اکرمؐ نے جو تدبیریں اختیار کیں اُن پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔

۱۔ حملہ اچانک ہوا۔

۲۔ راستہ آپ نے وہ انتخاب فرمایا جو بنو غطفان کی آبادی سے ہو کر جاتا تھا اور پڑاؤ بھی جگہ ڈالا کہ غطفان کسی طرح سے خیبر والوں کو حسب معاہدہ کمک نہ مل سکے۔

۳۔ منافقین کو لڑائی میں ساتھ نہیں رکھا گیا صرف بیعتِ رضوان کے اصحاب ساتھ تھے جن کی جاں نثاری اور شجاعت پر آپؐ کو کامل بھروسہ تھا۔

۴۔ ہر قلعے کا آپؐ نے الگ الگ محاذ بنایا تاکہ دشمن کی قوت بٹی رہی۔ محاصرہ اس طرح ترتیب دیا کہ مسلمانوں کی لڑنے والی فوج میدانِ جنگ میں رہے تو دوسرے قلعوں سے دشمن کی کمک نہ آنے پائے۔

۵۔ ابوموسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ اس غزوے کے دوران میں لاحول ولاقوۃ الاباللہ کا کثرت سے ورد ہوتا رہا۔

۶۔ قموص کی فتح کا اعلان کر کے آپؐ نے مسلمانوں کے حوصلے اور خود اعتمادی کو مستحکم اور محکم کر دیا۔

۷۔ دشمن سے اسلحہ اور رسد چھین کر دشمن کے خلاف استعمال فرمایا اسی لئے قلعہ وار محاذوں کا منصوبہ تشکیل دیا گیا۔

۸۔ حملے کے لئے آپ نے صبح کے وقت کا انتخاب فرمایا۔ اس وقت تک دشمن کی تیاریاں نامکمل تھیں۔

۹۔ رایت یعنی بڑے علم میدان جنگ میں لہرائے تاکہ دشمن مرعوب ہو۔ یہودیوں ہی نے نہیں بلکہ تمام خطۂ عرب نے بھی اس سے پہلے میدانِ جنگ میں بڑے علم نہیں دیکھے تھے۔ ایرانی فوج میں درفش کاویانی سے یہ کام لیا جاتا تھا۔

۱۰۔ یہودی جو مسلمانوں کی بہادری سے انکار کرتے تھے اور انھیں فنِ حرب میں نوآموز سمجھتے تھے ان کے تابڑ توڑ حملوں سے سراسیمہ ہو گئے۔ حالانکہ واقدی کے بموجب انھوں نے مسلمانوں کو بے بس کرنے کے لئے اپنی منجنیقوں سے شدید سنگباری کی تھی جب ان کی یہی منجنیقیں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں تو انھوں نے سمجھ لیا کہ اب اُن کے قلعے اور آطام محفوظ نہیں رہے چنانچہ انھوں نے صلح کی بات چیت شروع کی اور ہتھیار ڈال دیئے۔ اس لئے بھی کہ اس وقت تک مسلمانوں کی مردانگی کا سکہ اُن پر بیٹھ چکا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت بخاری (بابِ مغازی) میں ہے کہ فتح کے بعد حضرت مآب صلعم نے یہاں اپنا امیر مقرر فرمایا جو بنی عدی کے بھائی انصاری تھے۔ مہاجرین نے اپنے غنیمت کے حصے میں سے انصار بھائیوں کے وہ عطیات واپس کر دیئے جو مواخاۃ کے وقت ملے تھے۔

خیبر کی فتح کے بڑے دور رس نتائج نکلے۔ فدک، وادی القریٰ اور تیمار بھی یہودیوں کے گڑھ تھے۔ یہاں والوں نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ مثت وادی القریٰ میں ایک ہلکی سی جھڑپ ہوئی۔

صلح حدیبیہ کا ایک نتیجہ یہودی قوت کے خاتمے کی صورت میں ظاہر ہوا جس کی وجہ سے اب اس طرف مسلمانوں کی تبلیغی اور تجارتی سرگرمیاں بڑھ گئیں اور سلاطین کے نام خطوط بھیجے گئے۔ خیبر کی فتح کے بعد مسلمان مبلغین کو قتل کرنے کا سلسلہ رک گیا۔

## اظہار تعزیت

کوٹلہ ارب علی خان۔ گجرات میں نقیبِ ختم نبوت کے معاون اور ادارہ کے مخلص و مہربان جناب صوبیدار اللہ دتہ صاحب کے بھائی انتقال فرما گئے ہیں۔ قارئین اور جملہ احباب ان کے لئے ایصالِ ثواب اور دعا مغفرت کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ صوبیدار اللہ دتہ صاحب اور دیگر لواحقین کو صبر عطا فرمائے (آمین) ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

## دعاء صحت

کوٹلہ ضلع گجرات میں ہمارے مُعاون جناب حافظ صغیر احمد (وائس چیئرمین۔ کوٹلہ) کے والد ماجد علیل ہیں۔

ملتان میں ہمارے بہت ہی مخلص دوست جناب حکیم حسن نواز صاحب عارضہ قلب میں مبتلا ہیں۔

احباب ان کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں، ادارہ کے تمام اراکین ان کی صحت کے لئے دعا گو ہیں۔

## اعتذار

حضرت مولانا عبدالحق چوھان مدظلہُ کا سلسلہ وار مضمون "جادۂ اعتدال" کتابت کی غیر متوقع تاخیر کے سبب اس شمارہ میں شامل نہیں ہوسکا۔ انشاءاللہ آئندہ شمارہ میں قارئین ملاحظہ فرما سکیں گے۔ (ادارہ)

حکیم محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

# سیدنا سعید بن العاصؓ (گورنر کوفہ)

سیدنا سعید بن العاص سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ان گورنروں میں سے تھے جن کے بارے میں انہیں ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔ سیدنا عثمان نے ان کی قابلیت اور انتظامی اور فاتحانہ خوبیوں کی وجہ سے انہیں 29ھ میں سیدنا ولید بن عقبہ کی جگہ کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ آپ 1ھ میں اموی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء واجداد مکہ مکرمہ کے بڑے شکوہ اور دبدبہ کے رئیس تھے۔ ان کے والد عاص جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف لڑ رہے تھے اور سیدنا علی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ سیدنا عمر نے بھی جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہاشم کو قتل کیا تھا، اس وجہ سے سیدنا سعید بن العاص کو یہ شک تھا کہ شاید عمر نے میرے باپ کو قتل کیا ہے، چنانچہ ایک روز سیدنا عمر نے سیدنا وحید بن العاص سے فرمایا

لم اقتل اباک و انما قتلت خالی العاص بن ہاشم

میں نے تمہارے باپ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ اپنے ماموں عاص بن ہاشم کو قتل کیا تھا سیدنا سعید بن العاص نے ایمان کی محبت میں ڈوبی ہوئی آواز میں جواب دیا

ولو قتلتہ، نکنت علی الحق وکان علی الباطل

اگر آپ نے قتل بھی کیا ہوتا (تو کیا حرج تھا) کیونکہ آپ یقیناً حق پر تھے اور وہ باطل پر تھا۔ (اُسد الغابہ جلد 2 صفحہ 310)

آٹھ نو سال کی عمر میں اسلام قبول کیا (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 49)

عہد نبوی اور عہد صدیقی میں بالکل بچے تھے لہذا کوئی قابل ذکر کارنامہ نہیں۔ عہد فاروقی کے آخر میں عنفوان شباب تھا لیکن اس زمانہ میں بھی کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہے۔ البتہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آپ سیدنا عمر کے گورنروں میں سے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 84)

عہد عثمانی میں اپنی بھرپور جوانی پر تھے، لہذا اس زمانے میں انہوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ ان کا گھرانا سیادت و قیادت میں تمام قریش میں ممتاز تھا اس وجہ سے خاندان کی وہ ساری خوبیاں قدرت نے ان میں بھی ودیعت فرمائی تھیں، لہٰذا سیدنا عثمان نے نہ صرف اموی ہونے کے ناطے بلکہ ان کی ذاتی صلاحیتوں کی بناء پر ان کو گورنری کے لئے منتخب فرمایا، چنانچہ 29ھ میں سیدنا ولید بن عقبہ کی جگہ ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ شجاعت و بسالت اور جرأت و بہادری چونکہ ورثہ میں ملی تھی اس لئے گورنری کا چارج لیتے ہی آپ نے خراسان، جرجان اور طبرستان پر لشکر کشی کی۔ سیدنا سعید بن العاص کے لشکر میں اس وقت کے بڑے جلیل القدر صحابہ نے شرکت فرمائی جن میں سیدنا حسن بن علی، سیدنا حسین بن علی، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا حذیفہ بن یمان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
(البدایۃ والنہایۃ جلد 7 صفحہ 154، طبری جلد 3 صفحہ 323، ابن اثیر جلد 3 صفحہ 54، فتوح البلدان صفحہ 342)

دوسری طرف سے سیدنا عثمان نے سیدنا عبداللہ بن عامر کو انکی امداد کیلئے بھیجا لیکن سیدنا سعید بن العاص گورنر بصرہ سیدنا عبداللہ بن عامر سے پہلے خراسان پہنچ گئے اور ان کے پہنچنے سے پہلے جرجان، خراسان اور طبرستان کو فتح کر لیا۔

(ملاحظہ ہو طبری جلد 3 صفحہ 323، ابن اثیر جلد 3 صفحہ 54، ابن خلدون جلد 2 صفحہ 1018، البدایۃ والنہایۃ جلد 7 صفحہ 154۔ جلد 8 صفحہ 84)

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سیدنا سعید بن العاص نے بہت سے شہروں پر چڑھائی کی اور وہاں کے حکمرانوں نے بہت سا مال دیکر ان سے صلح کر لی یہاں تک کہ وہ جرجان تک پہنچ گئے

(البدایۃ والنہایۃ جلد 7 صفحہ 154)

صرف جرجان کے حکمران نے صلح کیلئے دو لاکھ کی رقم پیش کی اور کوہستانی علاقوں کے حکمرانوں نے بھی صلح کر لی اور بہت سا مال دیا۔ (فتوح البلدان صفحہ 342)

ان کے علاوہ اور بھی کئی علاقوں کو آپ نے فتح کیا۔

34ھ میں اہلِ کوفہ (جن کا معمول تھا کہ وہ اپنے گورنروں کے خلاف ہمیشہ غلط سلط شکایات کرتے رہتے تھے) کی شکایات پر سیدنا عثمان نے انہیں کوفہ کی گورنری سے معزول فرما دیا۔

سیدنا سعید بن العاص نہایت عاقل اور فرزانہ شخص تھے۔ بات ہمیشہ ناپ تول کر کرتے، اس وجہ سے ان کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں ضرب المثل ہو گئیں۔ (اصابہ جلد 6 صفحہ 311)

شجاعت و بسالت تو ورثہ میں ملی تھی، لیکن فیاضی اور جود و سخا میں بھی اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ ہفتہ میں ایک روز اپنے خاندان کے تمام لوگوں کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور ہر قسم کے کپڑے اور نقدی بھی دیتے اور ان کے گھروں میں گھر کا ساز و سامان بھی پہنچاتے۔ (اُسد الغابہ جلد 2 صفحہ 310)

ہر جمعہ کی رات کو جامع مسجد کوفہ میں غلام کے ہاتھ درہم و دینار سے بھری ہوئی تھیلیاں نمازیوں میں تقسیم کرانے کے لئے بھیجتے۔ غلام وہ تھیلیاں نمازیوں کے سامنے رکھ دیتا۔ اس وجہ سے مسجد کوفہ میں ہر جمعہ کی رات نمازیوں کا ایک بہت بڑا ہجوم ہوتا تھا۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 310)

اللہ تعالیٰ نے طبیعت ایسی بنائی تھی کہ کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ بھیجتے تھے۔ اگر پاس ہوتا تو اسی وقت زحمت فرما دیتے اور اگر پاس نہ ہوتا تو ایک یادداشت بطور ہنڈی کے دے دیتے کہ جب روپیہ آجائے تو سائل وصول کر لے، چنانچہ ایک مرتبہ گورنری سے معزولی کے زمانہ میں مسجد سے واپس آ رہے تھے کہ ایک شخص تنہا دیکھ کر ساتھ ہو لیا۔ سیدنا سعید نے پوچھا کیا کوئی کام ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آپ کو تنہا دیکھ کر ساتھ ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کاغذ اور قلم دوات لاؤ اور میرے فلاں غلام کو لیتے آؤ۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ سیدنا سعید نے اسے بیس ہزار کی یادداشت لکھ کر دے دی اور فرمایا کہ جب میرا وظیفہ ملے گا تو یہ رقم تمہیں مل جائے گی۔ اللہ کی قدرت کہ اس رقم کی ادائیگی سے قبل آپ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد وہ شخص ان کے صاحبزادے عمرو بن سعید کے پاس وہ یادداشت لے کر آیا۔ بزرگوں کی اولاد بھی عموماً بزرگ ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی یادداشت کے مطابق بیس ہزار کی رقم اس کو دے دی۔ (الاستیعاب جلد 2 صفحہ 556)

اس واقعہ سے اور اس قسم کے دیگر کئی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شرفاء اہل حاجت کو بلا سوال ہی بڑی بڑی رقمیں دے دیتے۔ اسی وجہ سے وفات کے وقت 80 ہزار کے مقروض تھے جس کے بارے میں اپنی اولاد کو وصیت بھی فرمائی۔ انہوں نے پوچھا کہ اتنا بڑا قرض کس طرح ہو گیا۔ آپ نے فرمایا

"میرے بیٹو! شریف اور غیرت مند لوگ میرے پاس اپنی حاجتیں لے کر آتے تھے، لیکن فرط خجالت سے ان کے چہروں کا خون خشک ہوا جاتا تھا، چنانچہ قبل اس کے کہ وہ مجھ سے اپنی حاجت کے بارے میں سوال کریں میں پہلے ہی

انہیں دے دیتا تھا۔" (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 311، الاصابہ جلد 3 صفحہ 310)

اسی وجہ سے علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے

کان یقال عکتہ عسل

لوگ انہیں شہد کا برتن کہا کرتے تھے۔ (الاستیعاب جلد 2 صفحہ 556)

حافظ ابن کثیر نے ان کی فیاضی اور سخاوت کے بارے میں بہت سے واقعات نقل کئے ہیں جن کو طوالت کے باعث یہاں نقل نہیں کیا جا رہا۔ البتہ ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک وقت میں ایک ایک شخص کو تیس تیس چالیس چالیس ہزار درہم مرحمت فرمائے، اسی وجہ سے وفات کے وقت حافظ ابن کثیر کی روایت کے مطابق تین لاکھ اور ایک روایت کے مطابق تیس لاکھ درہم کے مقروض تھے جو ان کے صاحبزادے عمرو بن سعید بن عاص نے آپ کی زمین فروخت کر کے ادا کئے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 81۔83)

شاید اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہیں "اکرم العرب" کہا گیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لائی اور عرض کیا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ یہ چادر اس شخص کو دوں جو "اکرم العرب" ہو۔ آپ نے اس سے فرمایا

کریمتہ قریش سعید بن العاص

اس لڑکے یعنی سعید بن العاص کو دے دو کیونکہ یہ قریش کا کریم ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 49)

سیدنا معاویہ فرمایا کرتے تھے

لکل قوم کریم و کریمنا سعید

ہر قوم کا ایک کریم ہوتا ہے اور ہمارا کریم سعید بن العاص ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 48)

ایک اور موقع پر سیدنا معاویہ نے فرمایا

کریمتہ قریش سعید بن العاص

قریش میں سب سے زیادہ کریم النفس سعید بن العاص ہیں۔ (الاصابہ جلد 3 صفحہ 310، البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 85)

قرآن پڑھنے کا لہجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا تھا اور بقول سیدنا معاویہ قرآن کی عربیت سعید کی زبان سے ٹھیک بیٹھتی تھی (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 48)

قریش کے رئیس تھے اور لوگ انہیں "ذوالتاج" بھی کہتے تھے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ جس روز یہ پگڑی باندھتے اس روز کوئی دوسرا پگڑی نہ باندھتا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 82)

ان کی فصاحت و بلاغت کے پیش نظر سیدنا عثمان نے انہیں ان افراد کی فہرست میں رکھا جو کتابت قرآن کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔ (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 48، البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 83)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے

کان اشبہ الناس لحیتہ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان کی ڈاڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی سے بہت مشابہ تھی (ایضاً)

علامہ ذہبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں

کان امیراً شریفاً جواداً ممدوحاً حلیماً و قوراً ذا حزم و عقل یصلح للخلافتہ

وہ سردار تھے، شریف اور سخی تھے، لوگوں کے ممدوح تھے، حلیم اور باوقار تھے۔ سوجھ بوجھ کے حامل اور صاحب عقل و دانش تھے اور خلیفہ بننے کے اہل تھے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 3 صفحہ 294)

شہادت سیدنا عثمان کے بعد کی خانہ جنگیوں یعنی جمل اور صفین کی جنگوں سے بالکل الگ تھلگ رہے۔ (تنقیح المقال باب سین، اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 310)

30ھ میں سیدنا حسن، سیدنا حسین اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام نے ان کی زیر قیادت جنگوں میں حصہ لیا۔ (طبری جلد 3 صفحہ 322، ابن اثیر جلد 3 صفحہ 109، البدایۃ والنہایۃ جلد 7 صفحہ 154)

سیدنا حسن بن علی کی نماز جنازہ بھی آپ ہی نے پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد جلد 5 صفحہ 35، ابن اثیر جلد 3 صفحہ 46، مقاتل الطالبین صفحہ 76)

علامہ ذہبی اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سیدنا سعید بن العاص نے سیدنا علی کی صاحبزادی اور سیدنا فاروق اعظم کی بیوہ سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ سے منگنی کی اور ایک لاکھ درہم انہیں ارسال فرمائے۔ اس منگنی پر سیدہ ام کلثوم اور سیدنا حسن دونوں رضامند تھے، لیکن سیدنا حسین کسی وجہ سے اس رشتہ کو ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ جب نکاح کا موقعہ آیا تو سیدنا سعید بن العاص نے پوچھا کہ ابو عبداللہ (سیدنا حسین) کہاں ہیں؟ سیدنا حسن نے فرمایا کہ میں اس معاملہ میں کافی ہوں۔ فکر نہ کریں، لیکن سیدنا سعید نے فرمایا کہ جس رشتہ کو ابو عبداللہ ناپسند کرتے ہیں، میں اس میں داخل نہیں ہوں گا، لہذا سیدنا سعید واپس چلے گئے اور منگنی کے وقت جو ایک لاکھ درہم دیا تھا اس میں سے ایک حبہ بھی واپس نہیں لیا۔ (ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء جلد 3 صفحہ 295، البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 86)

بلاذری نے ایک روایت ابو مخنف لوط بن یحیی اور الواقدی کے حوالہ سے نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ سیدنا عثمان نے سیدنا سعید بن العاص کو ایک لاکھ درہم دیئے تھے، جس پر سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور دیگر صحابہ کرام نے اعتراض کیا تھا۔ اس روایت کے غلط ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے راوی مشہور کذاب الواقدی اور لوط بن یحیی ہیں۔ بھلا جو خود دوسروں کو لاکھوں بانٹتا تھا اس کو کسی سے لینے کی کیا ضرورت ہے۔

یہ چند فضائل و مناقب اس شخصیت کے ہیں جسے سیدنا عثمان کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا، لیکن قدیم اور جدید سبائیوں نے امیر المؤمنین سیدنا عثمان کو اپنے مطاعن کا اس شخصیت کی وجہ سے نشانہ بنایا کیونکہ ان کا تعلق سیدنا عثمان کے خاندان بنوامیہ سے تھا۔

---

بقیہ از صفحہ ۵۵

نے کہا کہ جو لوگ لب شتر بے مہار ہو کر امریکی اور برطانوی افواج کی آمد کے پس منظر میں مکہ و مدینہ کی توہین کا نعرہ بلند کر رہے ہیں وہ دراصل وہی لوگ ہیں جنہیں عرصہ سے ان دونوں مقدس مقامات سے دیرینہ دشمنی ہے۔ کانفرنس میں دیگر سیاسی و سماجی رہنماؤں کے علاوہ مولانا سید لال ز کیانہ، مولانا سید اسد اللہ طارق، مولانا محمد اکرم، مولانا محمد ریاض، مولانا قاری عبدالرشید ہزاروی، مولانا منور سلیمان، قاری محمد افسر، مولانا غلام مصطفیٰ شاہ، قاری محمد نذیر ربانی، حافظ محمد شریف قریشی، حاجی محمد بوستان، مولانا محمد حیات، قاری محمد صدیق، حاجی محبت علی، چوہدری محمد صدیق، ماسٹر محمد عمر، خواجہ افتخار الدین اور خان صدیق بھی موجود تھے۔ کانفرنس کا اختتام علامہ صاحب کی دعا پر ہوا جب کہ

چیئرمین شریعت کونسل مفتی محمد اسلم نے تمام شرکاء کانفرنس کا شکریہ ادا کیا۔ کانفرنس میں سات قرار دادیں بھی منظور کی گئیں۔ جن کا تعلق قبلہ اول کی بازیابی، بھارتی مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک اور بابری مسجد کے مسئلہ پر اظہار افسوس، مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوجیوں کے ہاتھوں قتل عام روکنے اور مسئلہ کشمیر حل کرنے، افغان مجاہدین کو خراج تحسین پیش کرنے، جمعیت العلمائے اسلام کے دونوں دھڑوں میں اتفاق رائے پیدا کرنے، برطانوی مسلمانوں کے اتحاد اور کویت کے خلاف عراقی جارحیت کی مذمت کرنے سے تھا۔

حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین (درویش)

# قاضی مظہر چکوالی سے میری قلمی جنگ

## ایک محترم عالم دین کے خط کے جواب میں کچھ وضاحتیں

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات از فقیر محمد شمس الدین عفی عنہ مخدوم مکرم حضرت مولانا------ صاحب مدظلہ مطالعہ فرمائیں، محبتوں بھرا والا نامہ ملا شکر ہے کہ آپ بخیریت ہیں فقیر بھی بخیریت ہے۔ جناب قاضی مظہر چکوالی صاحب کے ساتھ آپ نے قلمی مناقشے کو افسوسناک قرار دیا ہے۔ باہمی مناقشہ اچھا نہیں۔ لیکن بنظر انصاف امر واقعہ یہ ہے کہ جب آپ مخالف کی شلوار میں چوہا ڈالیں گے تو مخالف آپ کی شلوار میں بلاّ بلکہ باگڑ بلا (OTTER) ڈالے گا۔ اینٹ کا جواب پتھر مشہور مقولہ ہے۔ جب آپ مخالف کو "پکا یزیدی" اور "حُبِ یزید میں مغلوب" لکھیں گے تو آپ کو بھی پڑھنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے کہ مخالف بھی آپ کو پکا سبائی" اور "حُبِ ابنِ سبا میں مغلوب" لکھے گا جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ پھر گلہ کیسا اور شکایت کیسی۔ یہی زمانے کا چلن ہے۔

پھر قاضی مظہر صاحب کی جارحیت تو عدالت کی مصدقہ ہے کہ جارحیت کر کے ایک مسلمان قتل ہی کر ڈالا اور آٹھ سال کی قید بامشقت بھگتی اور ان کی تلخ نویسی کی شکایت ماہ نامہ الخیز ملتان نے کی ماہ نامہ بنیات کراچی نے کی بحوالہ (تائیدی تبصرے) ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ نے کی۔ (خارجی فتنہ نمبر 2 ص 10) ہفت روزہ خدام الدین لاہور نے کی۔ اور مولانا حافظ مہر محمد صاحب گوجرانوالا نے کی حق چار یار بابت ماہ مئی 89 ص 57)۔

ع۔ جو بھی نکلا تیری محفل سے پریشان نکلا۔

جناب قاضی چکوالی صاحب کیسی کیسی تلخ نویسی کرتے ہیں۔ دور نہ جایئے اس کے لئے تازہ شمارہ حق چار یار جون جولائی 1990ء دیکھیں اس میں چکوالی صاحب نے فقیر کو۔ قائد تحریکِ یزیدیت (ص 68) لکھا ہے علم بردار یزیدیت (ص 82) حامی یزید یزیدی (ص 84) منافقت کرنے والا (ص 65) ظاہری اور باطنی آنکھوں کا اندھا (ص 103) اور پھر (ص 77) پر فقیر پر الزام لگایا کہ اس نے یہ مصرعہ

ع۔ ہم رتبہ ہیں یہ بنات نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں۔

مولانا ظفر علی خان کی نعت سے سے سرقہ کرلیا ہے۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ مصرعہ فقیر کی اپنی ایک طویل نعت میں ہے۔ جو کئی سال گزرے لکھی تھی۔ اور اس نعت کے آٹھ اشعار اس اشاعت میں بھی شامل ہیں جناب اشعار پڑھیں اور چکوالی صاحب کی دیانت کی داد دیں۔ الاناء یترشح بما فیہ

پھر علمیت تو محدود ہے مگر پندارِ علمیت بہت زیادہ ہے۔ اسی پرچہ میں لکھتے ہیں (ص 81) کہ سوائے حضرت عثمان کے فتح مکہ تک کوئی اموی عبشمی نمایاں شخصیت موجود نہ تھی۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت خالد بن سعید بن عاص اموی عبشمی حضرت عثمان ذی النورین (رضی اللہ عنھم) سے بھی پہلے کے مسلمان ہیں۔ اسلام لانے والوں میں ان کا چوتھا نمبر ہے۔ یعنی (1) حضرت ابوبکر صدیق، (2) حضرت زید بن حارثہ، (3) حضرت سعد بن ابی وقاص اور (4) حضرت خالد اموی (رضی اللہ عنھم) حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت نابالغ بچے تھے۔ پھر حضرت خالد بن سعید کے چھوٹے بھائی عمرو بن

سعید بھی قدیم الاسلام ہیں۔ اور دونوں بھائی حبشہ کے مہاجر ہیں۔ پھر ان کے تیسرے بھائی حکم بن سعید رضی اللہ عنہ بھی قدیم الاسلام اور شہید بدر ہیں (بحوالہ طبقات ابن سعد جلد 4 ذکر مہاجرین و جمہرۃ انساب العرب ص 80۔ طبع بیروت) قاضی چکوالی صاحب کی تمام اقساط سامنے آجائیں تو انشاءاللہ بشرطِ زندگی اس بحث کو فقیر اوّل سے لے گا بحول اللہ وقوتہ لیحق الحق۔ آپ نقیب کا تازہ پرچہ حاصل کرتے رہیں وللہ سُبحانہٗ مِن وراء القصد۔

اپنے مضمون میں قاضی صاحب نے بتکرار فقیر کی وہ عبارتیں نقل کی ہیں جو سابقاً فقیر نے ان کی تعریف تائید اور حمایت میں لکھی تھیں۔ ان سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ بحمداللہ سبحانہ فقیر کا باطن ایک کھلی کتاب ہے جب تک چکوالی صاحب صرف رفض کی تردید کرتے تھے۔ ان کی سرگرمیوں سے فقیر کا دل بہت خوش ہوتا تھا اور فقیر ان کی کھل کر تعریف اور تائید کرتا تھا۔ پھر جب موصوف نے پینترا تبدیل کیا اور تحقیق کا کانٹا بدلا اور صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یک طرفہ خطا اور بغاوت پھیلانے کا سبائی دھندا شروع کیا۔ اور حضرت عمرو بن عاص اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کو خطا کار گنہ کار اور حکم الٰہی کے نافرمان ثابت کرنا شروع کیا اور جعلی موضوع روایتوں سے کیا اور فسق یزید کو بھی موضوع روایتوں سے ثابت کرنے کے کرتب کھیلنے شروع کئے تو فقیر ٹھٹک کر رہ گیا کہ یاخدا۔ یہ وہی چکوالی ہیں یا دوسرے چکوالی تو فقیر نے چکوالی صاحب کی ان حرکات کو رفض کی خوبصورت اور بہت لطیف تائید سمجھا۔ تو اولاً اصلاح احوال کے لئے لمبا عرصہ جناب موصوف سے خط و کتابت شروع کی اور بہت کوشش کی کہ موصوف پہلے مسلک پر آجائیں۔ مگر بے سود جو آدمی بلا شرکت غیرے لاکھوں (موصوف نے اپنی طبع کردہ روداد کے مطابق اعتراف کیا ہے کہ ان کو امسال 845650 تقریباً ساڑے آٹھ لاکھ روپے کی آمدن ہوئی ہے اور ان کے مقرر کردہ اصول کے مطابق اس رقم کے متعلق وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں۔) میں کھیلتا ہو اور کسی کے سامنے جواب دہ بھی نہ ہو وہ ایک فقیر بے نوا کی بات کب سنے بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔

گوش از بار دُر گراں شدہ است۔ نہ شنود نالہ وفغاں مرا

اور۔ کب وہ سنتا ہے کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری، اب قاری سمجھ گئے ہونگے۔ موصوف دولت کے کھونٹے کے بل بوتے پر ناچ رہے ہیں۔ اور موصوف سے فقیر کی محبت بھی اللہ واسطے تھی اور مخالفت بھی اللہ ہی کے لئے ہے۔ آج بھی اگر چکوالی صاحب صرف تردید رفض کی طرف واپس چلے جائیں۔ تو فقیر حسب سابق ان کا پانی بھرنے کے لئے تیار ہے۔

آپ نے یہ بجا یاد دھانی کرائی کہ فقیر کے مضمون نقیب کے (ص 62) پر تین دعووں کے حوالے لکھنے فقیر کو یاد نہ رہے۔

1۔ پہلا حوالہ جس میں ہے کہ جنگ بازانِ مدینہ کی تیاریوں کی اطلاع اور اپنی اور اپنے تمام خاندان کی یزید سے وفاداری کی اطلاع حضرت امام زین العابدین نے لکھ کر یزید کے پاس دمشق بھیج دی تھی۔ یہ حوالہ طبری طبع مصر ص 12 ج۔ 7 کا ہے اور طبری کے اردو ترجمہ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی کے ص 332 جلد 4 پر بھی ہے۔

2۔ دوسرا حوالہ یہ تھا کہ واقعہ حرہ میں خاندان حضرت ابن عمر اور تمام بنو مطّلب اور بنو عبدالمطلب اطاعت یزید پر مستقیم اور جنگ بازوں سے الگ تھلگ رہے (ص 233 جلد 8) ابن کثیر طبع مصر پر ہے۔

3۔ تیسرا حوالہ یہ تھا کہ جب شامی فوج مکہ مکرمہ سے شام واپس جاتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچی تو حضرت امام زین العابدین نے مجاہدین شام کے لئے خوراک اور ان کے جانوروں کے لئے چارہ اور دانہ مہیا کیا۔ ابن کثیر ص 226 جلد 8 پر ہے

جناب کے اس تنبہ کے لئے فقیر آپ کا شکر گزار ہے کہ اس سے اور بہتوں کا بھلا بھی ہوجائے گا۔ دعاؤں میں یاد رکھیں کسی کار لائقہ سے اطلاع خوشی اور عزت کا باعث ہوگی۔

والسلام

حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین مدظلہٗ

# نعت

سرکارِ مدینہ کی رحمت بستانوں اور گلزاروں میں
اصحاب محمد کی برکت میدانوں اور کہساروں میں
بوبکرو عمر، عثمان و علی افضل ہیں ساری امت سے
یہ چاروں خلیفے راشد ہیں پر فرق بھی ہے اِن چاروں میں
ہیں چاروں اُمت . میں افضل اپنی ترتیبِ خلافت سے
باقی اصحاب ہیں مثلِ قمر روشن تر سب سیّاروں میں
ازواج نبی ہیں اہلِ بیت اُمت کی سَب ہی مائیں ہیں
جو اِن کی ہتک کرتا ہے غدّار ہے سب غداروں میں
پھر ان کے . بعد بنات نبی ہیں خالق و خلقت کو پیاری
صِنف نسواں کی محفل میں سردار ہیں وہ سرداروں میں
جو ایک ہی مانے چار نہ مانے سب کہدو وہ جھوٹا ہے
سرکار کی چاروں نور نظر ہیں پیاری سب ہی پیاروں میں
وہ فاطمہ اور رقیہ ہیں اُمِّ کلثوم و زینب ہیں
ہم رتبہ ہیں یہ بَناتِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں
حسنین وعلی اور عبداللہ چاروں ہیں سبطِ رسول اللہ
یہ آپ کو چاروں ۔پیارے ہیں سب پیاروں راج دلاروں میں

---

1۔ بناتِ رسول علیہ السلام کے ناموں میں وزن بیت کے لئے ترتیب بدل دی ہے۔ اہل سنت کے نزدیک صحیح ترتیب یہ ہے۔ زینب، رقیہ، فاطمہ، ام کلثوم اور سبائیوں کے نزدیک یوں ہے۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ، بعض شیعہ پہلی تین بیٹیوں کو حضور کی اولاد ہی نہیں مانتے صرف سیدہ فاطمہ کو حضور علیہ السلام کی اکلوتی بیٹی مانتے ہیں۔

2۔ حضرت حسن اور حسین ابناء حضرت علی ہاشمی،

3۔ حضرت علی بن زینت وا بوالعاص ہاشمی،

4۔ حضرت عبداللہ بن سیدہ رقیہ و حضرت عثمان اُموی

5۔ سبط یعنی "نواسے" رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت مولانا مفتی محمد اسحٰق صدیقی (کراچی)

# سیاست کے غیر اسلامی نظریات

**غیر اسلامی ریاست کی تاریخ** اسلامی مملکت اور غیر اسلامی مملکت کا اختلاف جس طرح دونوں کی روح اور شکل میں ہے اسی طرح دونوں کی تاریخ میں بھی ہے۔ اسلامی ریاست کی ابتداء تو نوع انسانی کی ابتدا کے ساتھ ہوئی مگر غیر اسلامی ریاست کی ابتدا اس کے بہت بعد ہوئی۔ ابو البشر حضرت آدمؑ علیہ السلام اولین خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں مگر اس زمانہ میں غیر اسلامی ریاست کا تصور بھی کسی کے ذہن میں نہیں پیدا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ جب افراد انسانی کی کثرت ہوئی اور بہت سے افراد حضرت آدمؑ کے فیوض صحبت سے دور ہو کر حیوانی ماحول میں جاکر نفس اور وساوس شیطانی سے مغلوب ہوئے تو اللہ رب العالمین سے بغاوت اور اس کے احکام سے سرتابی اپنے نفس کی اتباع اور اپنی حکومت و فرمانروائی کا تصور پیدا ہوا۔ تعلیمات الٰہیہ سے کان بند کرنے کے بعد طبعاً ان کی نظر کائنات پر اسلامی اور انسانی زاویہ کے بجائے حیوانی زاویہ سے پڑنے لگی اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ کائنات میں جو کچھ ہے وہ ہماری ملک ہے اس میں جس نوع کا تصرف ہم چاہیں کریں کسی طاقت کو یہ حق حاصل نہیں کہ ہمارے تصرفات کے لئے کوئی قانون مقرر کرے۔ ہماری مرضی اور خواہش ہی اس کا قانون ہے۔ غیر اسلامی ریاست کی ابتدا اسی تصور سے ہوتی ہے۔

مگر انسان کو اپنی کمزوری خود محسوس ہوتی تھی اور وہ باوجود کوشش اس فطری تصور کو اپنے ذہن سے کلیۃً محو کر دینے پر قادر نہ تھا کہ اقتدار اعلیٰ اس کے لئے نہیں ہے اس لئے وہ کبھی اقتدار اعلیٰ کو پہاڑوں اور دریاؤں کے لئے ثابت کرتا تھا اور کبھی چاند سورج اور ستاروں کے لئے حق تعالےٰ سے اقتدار اعلیٰ کی نفی کرنے کے بعد اس نے یہ تحفہ کائنات کے ذرے ذرے کے آگے پیش کیا۔ لیکن جس قدر اس کی عقل ترقی کرتی گئی اسے محسوس ہوتا گیا کہ اس کے اس تحفہ کو کوئی بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور کائنات کا کوئی فرد اس کے لائق ہے۔ آخرکار اس نے پھر اس

چیز کو اپنے نفس کے سامنے پیش کیا مگر اس کا نفس بھی اس بار کے اٹھانے سے ابا کرتا نظر آیا اب تک وہ اس کشمکش میں مبتلا ہے کہ اقتدار اعلیٰ کس کے لیئے ثابت کرے۔ موجودہ دور اسی کشمکش کا دور ہے جس میں انسان وانسانیت کے لیئے امن وامان ایک ایسا خواب بن گیا ہے جس کی تعبیر محال نظر آتی ہے۔

غیر اللہ کی فرمانروائی وحاکمیت کا نظریہ سب غیر اسلامی سیاسی نظریات کا بنیادی تصور اور سب میں قدر مشترک ہے۔ یہ مختلف زمانوں میں مختلف صورتوں میں ظہور پذیر ہوتا رہا۔ لیکن اس کی حقیقی صورت اتباع نفس اور طبعی خواہشوں کی حاکمیت کا اقرار تھی جو آج بھی موجود ہے اس میں وسعت اور پھیلاؤ زیادہ ہوتا گیا لیکن اصل شے میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اتباع نفس کا تصور ایک ایسا تصور ہے کہ جو عقلی منہاج پر پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ صرف طبعی اور حیوانی نہج وطریق سے پیدا ہوتا ہے اس لیئے ہم دیکھتے ہیں کہ غیر اسلامی ریاست وحکومت کا نشو وارتقاء عقلی اصول پر نہیں ہوا بلکہ خالصتاً طبعی اصول وقوانین پر ہوا ہے۔ بخلاف اس کے اسلامی ریاست کا ارتقاء خالص عقلی بنیادوں پر اور عقلیت کے ارتقاء کے دوش بدوش ہوا ہے جس طرح متعفن اشیا میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جس طرح تیز و تند ہواؤں کے چلنے سے ریگ کے تودے کھڑے ہو جاتے ہیں جس طرح بکریوں اور بھیڑوں کے گلے بن جاتے ہیں بالکل انہیں طبعی اصول پر غیر اسلامی ریاست کی بنیاد بھی پڑی۔ خواہشوں کی فراوانی دشمنوں کا خوف، اعانت وامداد باہمی کی حاجت نے مل کر پہلے خاندان یعنی سب سے چھوٹی ریاست کی بنیاد رکھی۔ پھر احتیاج میں زیادتی تعاون کے حدود بھی وسیع کرتی گئی اور قبیلہ کا وجود ہوا یعنی ریاست نے ارتقاء کی جانب پہلا قدم بڑھایا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ غیر اسلامی ریاست کی موجودہ شکلیں ظہور پذیر ہوئیں۔ اس امر پر سب فلاسفہ کا اتفاق ہے کہ ریاست کی بنیاد افراد کی باہمی احتیاجات پر قائم ہے جو خواہشوں اور جذبات کی زہین منت ہیں یعنی غیر اسلامی مملکت کا عقلی اساس کے بجائے حیوانی طبعی اور جذباتی اساس پر مبنی ہونا ان سب لوگوں کو تسلیم ہے نظریۂ ارتقاء نے اس خیال کو اور بھی تقویت دی اور اس کی تشریح میں مملکت کے ارتقاء کو جسم فانی کے طبعی ارتقاء کے بالکل مشابہ اور مماثل ثابت کیا گیا۔ روسو نے اس پر اتنا اضافہ کیا کہ گو مملکت کا وجود حاجت

وضرورت ہی کا رہن منت ہے مگر اس چیز نے ریاست کی شکل نہیں بتائی ہے بلکہ اس کی ضرورت پیدا کی ہے اس کی شکل کے وجود کا سبب ایک معاشری معاہدہ (SOCIAL CONTRACT) ہے جو غیر قولی صورت میں طبعی طور پر فرمانروا اور رعایا کے درمیان ہو جاتا ہے اور جس کی رو سے فرمانروا کو بعض حقوق مل جاتے ہیں اور بعض ذمہ داریاں اس پر ڈال دی جاتی ہیں۔ روسو کے مابعد زمانہ میں اس کے اس نظریہ نے خاصی مقبولیت حاصل کی اور موجودہ جمہوریت کی بنیاد بھی درحقیقت اسی نظریہ سے پڑی ہے۔ روسو جس کا بانی سمجھا جاتا ہے[1]۔

مارکس نے اس چیز کو واضح کر دیا کہ ریاست کی بنیاد طبعی طور پر معاشی ضروریات پر قائم ہے اور درحقیقت ریاست کے کل امور کا محور معاشیات کو ہونا چاہیئے۔ یہ درحقیقت مارکس کی کوئی جدت طرازی نہ تھی بلکہ جہاں تک غیر اسلامی ریاستوں کا تعلق ہے واقعات کی ترجمانی تھی۔ اس کے اس نظریہ نے ریاست کے تصور میں بھی ایک انقلاب پیدا کیا اور سیاسی جمہوریت کو معاشی جمہوریت کے ساتھ آمیز کر کے اشتراکی ریاست کی بنا ڈالی۔

**موجودہ سیاسی نظریات** اسلامی مملکت اور غیر اسلامی مملکت کا یہ تاریخی اختلاف اس چیز کو واضح کر رہا ہے کہ دونوں میں کسی مقام پر موافقت واتحاد ہونا غیر ممکن ہے۔ دونوں کی روح جدا دونوں کے اساسی تصورات جدا، دونوں کی شکلیں اور صورتیں جدا، پھر ان میں اتحاد کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ اسلامی ریاست اور خلافت الٰہیہ کا اساسی تصور یہ ہے کہ اقتدار اعلیٰ اور فرمانروائی محض اللہ کے لئے ثابت ہے اور کسی غیر اللہ کے لئے ثابت نہیں۔

---

[1] دراصل روسو کا یہ خیال اس وقت کے نفسیاتی ماحول کا اثر تھا۔ اسلام نے قیام حکومت کا طریقہ معاہدہ (بیعت) کو مقرر کیا ہے۔ اس اعلیٰ طریق کے اعلیٰ اثرات کا اس نے مشاہدہ کیا۔ نیز اس امر کا مشاہدہ کیا کہ اسلام کے اعلیٰ طرز حکومت کی خوبی کا اعتراف عیسائی دنیا بھی کر رہی ہے۔ ان چیزوں نے اس کو اس اسلامی خیال کے سرقہ ناقص پر آمادہ کیا۔ وہ بیعت کا مکمل تصور تو ذہن میں رحلت فہم اور فقدان ایمان کی وجہ سے، قائم نہ کر سکا لیکن اس کا ناقص تصور لے اڑا اور اس کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یورپ کی حیوانی دنیا میں اس ناقص تصور کو بھی غنیمت سمجھا گیا اور ایک عجیب و غریب شے سمجھ کر بہت زیادہ قبول کیا گیا۔ لیکن ناقص بہرحال ناقص ہے۔ اس سے فوائد سے زیادہ نقصانات پہنچے۔ روسو کے اس نظریہ میں کوئی جدت نہیں ہے لیکن حیرت ہے کہ آج مسلمان بھی اس کو ایک انوکھی شے، سمجھ کر اس کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔

بخلاف اس کے غیر اسلامی مملکت کی بنیاد ہی غیر اللہ کی فرمانروائی کا اثبات اور اللہ کی فرمانروائی کی نفی پر قائم ہے خلافت الہیہ کا تصور انسان کو مالک و مختار نہیں بلکہ اللہ کا نائب اور خلیفہ قرار دیتا ہے۔ اس طرح اس کے مرتبہ کو ایک ترقی یافتہ حیوان سے کہیں بالاتر اور کائنات میں سب سے بلند و برتر قرار دیتا ہے لیکن غیر اسلامی ریاست کی ابتدا ہی اس تخیل سے ہوتی ہے کہ انسان ایک ترقی یافتہ حیوان ہے۔

مندرجۂ بالا بنیادی امور ——————— ہر غیر اسلامی ریاست میں مشترک ہیں اس لئے اب درحقیقت اس کی حاجت نہیں ہے کہ ہم سیاست و ریاست کے مختلف نظریات پر علیحدہ علیحدہ بحث کریں لیکن ایسا کرنا مزید وضاحت کا سبب ضرور ہوگا اس لئے ذیل میں ہم ان غیر اسلامی سیاسی نظریات پر علیحدہ علیحدہ بھی تنقیدی نظر ڈالتے ہیں مملکت و ریاست کے قدیم تخیلات پر نظر ڈالنا اس وقت لاحاصل ہے ہم صرف ان نظریات پر بحث کرتے ہیں جو اس وقت موجود ہیں تاہم تنقید کا جو طرز ہم نے سطور ذیل میں اختیار کیا ہے اس کی زد ریاست کے ہر غیر اسلامی نظریہ پر پڑتی ہے خواہ وہ اس وقت موجود ہو یا نہ ہو۔

خالص سیاسی نقطۂ نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مملکت کا جزو اعظم فرمانروا ہے۔ اسی کی تعیین کے اختلاف سے ریاست کے تخیل میں تغیر واقع ہو جاتا ہے اور اسی کے لحاظ سے ریاست کی مختلف قسمیں نکلتی ہیں غیر اللہ کی فرمانروائی کے لحاظ سے جب ہم مملکت و ریاست کی تقسیم کرتے ہیں تو عقلاً دو قسم کی ریاستیں نکلتی ہیں اوّل وہ جن میں شخصی اور انفرادی ارادہ (INDIVIDUAL WILL) کو فرمانروا اور مقتدر اعلیٰ (SOVEREIGN) قرار دیا جاتا ہے۔ دوسری وہ ہیں جن میں اجتماعی ارادہ (GENERAL WILL) کو مقتدر اعلیٰ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اول الذکر کو شخصی ریاست (MONARCHY) کہا جاتا ہے اور ثانی الذکر کی اجتماعی ارادے کے طریق ظہور کے لحاظ سے پھر دو قسمیں ہو جاتی ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ اس میں اس ارادہ کا ظہور کسی جماعت کے ذریعہ سے ہو اس کو جمہوریت (DEMOCRACY) کہتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جس میں اس کا ظہور کسی فرد واحد کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس کو آمریت (DICTATERSHIP) کہتے ہیں۔

شخصیت شخصی طرزِ حکومت پر بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس کے معائب سے دنیا بخوبی واقف ہو چکی ہے اور عقلائے عالم میں سے شاید ایک بھی ایسا نہ نکلے جو اس کو پسند کرتا ہو۔ تاہم مختصر بحث خالی از فائدہ نہیں۔

آزادی قانون کا جوہر ہے۔ قانون اگر آزاد نہ ہو تو اس کا صحیح فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا۔ قانون سازی اور نفاذ قانون دونوں امور کا ایک شخص کے ہاتھ میں ہونا قانون کی آزادی و غیر جانبداری کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔ قانون نافذ کرنے والا جب قانون وضع کرتا ہے تو اس میں اپنے مصالح اور اپنی سہولتوں کا زیادہ لحاظ رکھتا ہے جس سے اکثر اوقات عدل و انصاف کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے۔ شخصی حکومتوں میں اس کے نظائر بکثرت دیکھے جا چکے ہیں اور آج بھی جہاں شخصی حکومتیں قائم ہیں وہاں اس کی نظیریں بکثرت ملتی ہیں۔

اس قسم کی حکومتوں میں حکمرانی بے محنت و مشقت اور بلا شرط صلاحیت کار حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے بادشاہوں کو اس کی صلاحیت حاصل کرنے کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ عموماً تخت و تاج کے مالک وہ اشخاص ہوتے ہیں جو اس کام کی قطعاً صلاحیت نہیں رکھتے جس کا نتیجہ رعایا کی پریشانی و تباہی کی صورت میں نکلتا ہے۔

رعایا کے اخلاق و نفسیات پر اس طرزِ حکومت کا بہت تباہ کن اثر پڑتا ہے۔ ان میں اپنی طاقت و قوت کا احساس مفقود ہو جاتا ہے۔ غلامانہ اور پست ذہنیت ان کے لئے لازم ہو جاتی ہے۔ ترقی و عروج کی امنگ ختم ہو جاتی ہے۔ خودداری کا جوہر فنا ہو جاتا ہے۔ ذلت و مسکنت کو وہ خوش اخلاقی سمجھنے لگتے ہیں اور حق گوئی، حق پسندی، حمایت حق کے جذبات اُن میں مردہ پڑ جاتے ہیں۔ یہ چیزیں انسان کی ترقی دنیا و آخرت کے لئے جس قدر مضرت رساں ہیں وہ ظاہر ہیں۔

اس نظریہ میں سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس کی کوئی عقلی و اخلاقی بنیاد نہیں ہے۔ سوا طاقت و قوت کے اور کیا چیز ہے جو ایک فرد کے انفرادی ارادے کو ایک جماعت پر مسلط کر دینے کو حق بجانب قرار دے سکتی ہو؟ پھر کیا یہ ظلم نہیں؟ کیا اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حق اور طاقت مرادف الفاظ ہیں؟ اور کیا ان دونوں لفظوں کو مرادف قرار دینا انسان د

انسانیت پر انتہائی ظلم اور عقل و اخلاق سے مکمل بے تعلقی کا ثبوت نہیں ہے ؟ دوسری چیز جو اس احمقانہ نظریہ کی بنیاد ہو سکتی ہے رسم پرستی ہے۔ یہ بنیاد خود جس قدر احمقانہ، جاہلانہ، ظالمانہ اور حیوانی ہے وہ ظاہر ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ یہی وہ تنکا ہے جس کا سہارا ڈوبتی ہوئی شاہیت اب بھی کبھی کبھی لیتی ہے۔

یہ جو کچھ عرض کیا گیا۔ اس "بادشاہی" کے متعلق ہے جو دین حق کی رہنمائی سے محروم ہو ورنہ اگر اسلامی آئین و قوانین کی پابندی و راہبری کے ساتھ "بادشاہی" قائم ہو تو وہ ان معائب سے پاک ہوگی اور اس کے قیام میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسلامی بادشاہی کا مطلب یہ ہے کہ خلافت اور سربراہی مملکت کو کسی مخصوص خاندان کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے اور سربراہ مملکت کا انتخاب پوری قوم میں سے کرنے کے بجائے صرف ایک خاندان سے کیا جائے۔ مگر نظام سلطنت وہی رہے جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔

آمریت | زمانہ قدیم کی مطلق العنان بادشاہی اور جمہوریت کے مجموعہ کا نام آمریت ہے۔ اس لئے یہ دونوں کے معائب کی حامل ہے۔ بادشاہی کے معائب کا اقرار تو اب ہر شخص کو ہے اور جمہوریت کے عیوب انشاء اللہ آئندہ سطور میں تحریر کئے جائیں گے۔ حیرت ان مدعیان عقل و دانش پر ہے جو ایک طرف آمریت کے ایسے مہمل نظریہ کو تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کے بھی مدعی ہیں کہ ہم انسانیت کی قدر و قیمت پہچانتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر انسانیت کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسانوں کی ایک بہت بڑی جماعت خود اپنے ہی ایسے ایک انسان کے ہاتھ میں بالکلیہ اپنی باگیں دے دے۔

چونکہ آمریت عقل و فطرت کے خلاف چیز ہے اس لئے یہ کبھی معمولی حالات میں نہیں پیدا ہوتی بلکہ ان غیر معمولی حالات میں پیدا ہوتی ہے جب کہ ... کسی شدید حملے نے کسی قوم کے دماغی توازن کو بگاڑ دیا ہو ایسے موقع پر اگر کوئی ہوشیار آدمی موجود ہوتا ہے تو وہ قوم کی بدحواسی سے فائدہ اٹھا کر عام جذبات میں اشتعال پیدا کرتا ہے۔ امیدوں کے سبز باغ دکھاتا ہے اور اس طرح ان کی توجہات کو اپنے اوپر مرکوز کر کے آمرانہ اقتدار حاصل کر لیتا ہے اس کے ساتھ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اگر قوم کے حواس بجا ہو گئے اور اسے سوچنے کی مہلت

مل گئی تو اس کی امارت ختم ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آمر اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے پیہم ہیجان انگیز کارروائیاں کرتا رہتا ہے تاکہ اس کی قوم کو کبھی سکون قلب کے ساتھ غور و فکر کا موقع ہی نہ ملے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے سب ڈکٹیٹروں کی تاریخ خونریزیوں اور جنگ آزمائیوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کا نتیجہ علاوہ خونریزی بدامنی اور بے اطمینانی کے یہ بھی ہوتا ہے کہ سوسائٹی میں عقل سلیم کا نشو و نما رک جاتا ہے اور لوگوں میں اس کی صلاحیت ہی نہیں رہتی کہ معاملات پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کر سکیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں جماعت کی فکری ہی نہیں بلکہ اخلاقی زندگی بھی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں نظام آمریت میں جماعت کا اخلاق شخصی اخلاق کے تابع ہو کر شخصی ہو جاتا ہے اور اس میں صرف آمر کی زندگی کا نمایاں خلق غالب ہو جاتا ہے حالانکہ قوام تمدن اور مزاج تہذیب کے قیام و بقا کے لئے یہ ضروری ہے کہ مختلف اشخاص کے مختلف اخلاق و اوصاف عالیہ جماعت میں نشو و نما پاتے رہیں تاکہ جماعت کا اجتماعی مزاج اعتدال سے تجاوز نہ کر جائے۔ جماعت زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کر سکے اور اس کا کیرکٹر یکطرفہ ہو کر نہ رہ جائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آمریت جماعت کو جس سرعت کے ساتھ ایک ناپائیدار ظاہری ترقی کی طرف لے جاتی ہے اس سے دہ چند زیادہ سرعت کے ساتھ وہ اس کو تنزل و ادبار کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ جماعت کے اجتماعی مزاج کو غیر معتدل بنا کر اس کی اخلاقی و فکری بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے اس لئے اس کی ترقی ہی اس کے تنزل و ادبار کا سبب بن جاتی ہے بلکہ درحقیقت اس کی ترقی تنزل بصورت ترقی ہوتی ہے اور اس کا عروج بالکل اس سرخی کی طرح ہوتا ہے۔ جو مریض دق کے چہرے پر نمایاں ہو جاتی ہے اور تیماردار کو افزائش قوت و تندرستی کا فریب دیتی ہے۔

مزید یہ کہ آمر ہمیشہ ایسے افراد کو ابھرنے سے روکتا رہتا ہے جو اپنی قابلیت کی وجہ سے اس کے مدمقابل ہو سکتے ہوں۔ اس طرح ایک طرف تو افراد میں اپنی فطری قوتوں کو نشو و نما دینے کا جذبہ دب جاتا ہے اور دوسری طرف جماعت ایسے اشخاص کی اعلیٰ صلاحیتوں کے فوائد سے محروم رہتی ہے۔ اس کے ماسوا آمر کا عزم اصولی نہیں ہو سکتا بلکہ جذباتی ہوتا ہے۔

اس لئے آمریت میں نظامِ عدل کا قیام ناممکن ہو جاتا ہے۔

**جمہوریت** دنیا کے سیاسی نظریوں میں جس قدر پُر فریب اور پُر تلبیس نظریۂ جمہوریت ہے اس قدر کوئی بھی نہیں۔ بظاہر یہ ایک جنت ہے جس میں خوف اور حزن کا نام و نشان بھی نہیں جس میں شخصی آزادی کی حفاظت ہوتی ہے۔ جس میں انسانیت کی قدر و قیمت پہچانی جاتی ہے اور جس میں عزت و امارت کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا لیکن جب اس کے باطن پر نظر کی جائے تو یہ ایک جہنم نظر آتی ہے جس میں تکالیف اور پریشانیاں بھری پڑی ہیں جس میں انسانیت کو کند چھری سے ذبح کیا جاتا ہے جس میں شخصی آزادی کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے اور جس میں غریب و کمزور کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ جمہوریت کے سب معائب کو یہاں مفصل طور پر بیان کرنا مشکل بھی ہے اور غیر ضروری بھی۔ چند خرابیاں ذیل میں درج کی جاتی ہیں جن سے اس فردوس نما دوزخ کی حقیقت معلوم کی جا سکتی ہے۔

(۱) جمہوریت کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اس میں اجتماعی ارادہ (GENERAL WILL) کی فرمانروائی کو تسلیم کیا جاتا ہے لیکن یہی چیز جمہوریت کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اجتماعی ارادہ کسی مستقل اور پائیدار چیز کا نام نہیں بلکہ ایک بڑی لوچدار چیز ہے جو ہر پُر زور چیز سے دباؤ کھا کر اپنی شکل بدل دیتی ہے اس کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ اس کو لالچ دیا جا سکتا ہے۔ اس کو مشتعل کیا جا سکتا ہے اور اس کو بعض اوقات نہایت معمولی اسباب بھی متغیر کر دیتے ہیں۔ ایسی غیر مستقل چیز پر جس مملکت کی بنیاد رکھی جائے اس میں نہ تو استقلال و پائیداری پائی جا سکتی ہے نہ وہ انسان کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔

(۲) اجتماعی ارادہ کا ادبی، اخلاقی اور نفسیاتی تاثیرات سے متاثر ہونا یقینی ہے۔ ایسی حالت میں ریاست کے لئے کوئی مستقل اخلاقی معیار اور قانون کے لئے کوئی پائیدار اخلاقی بنیاد نہیں رہتی۔ اگر جمہور کے اندر برے میلانات نشو و نما پانے لگیں تو مملکت اور قانون دونوں خود جمہور اور ان کے میلانات ہی کے تابع ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ باشندے اگر تباہی کی جانب ایک قدم چلتے ہیں تو ریاست ان کو سو قدم دھکیلتی ہے۔ اس طرح انسانیت کی تباہی و بربادی کا راستہ مختصر ہو جاتا ہے۔ کل کی تاریخ اور آج کا مشاہدہ اس چیز کو واضح

کرنے کے لئے کافی ہے کہ بد اخلاقی اور بد کرداری نے جمہوریتوں کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ کس طرح ترقی کی ہے اور جمہوریتوں نے کس طرح ان کو ترقی دینے میں امداد و اعانت کی ہے ۔ پھر کس طرح یہ بد اخلاقیاں قوموں کی تباہی و بربادی پر منتج ہوئی ہیں۔ واقعہ صرف یہی نہیں کہ جمہوریت اخلاق عامہ کے بگڑ جانے کے بعد ان اخلاق کی اشاعت و اعانت کرتی ہے بلکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ خود جمہوریت اخلاق عامہ کی تباہی و بربادی اور ان کی خرابیوں کو وجود میں لانے کا بہت بڑا سبب ہے اس لئے کہ جمہوریت میں دراصل اخلاق کا کوئی مستقل معیار ہی نہیں رہتا جس کو سامنے رکھ کر جماعت یا افراد میں اخلاقی حس پیدا کی جائے جمہور کی رائے کو اخلاق کا معیار قرار دے کر یہ امید رکھنا کہ جماعت میں اخلاق حسنہ باقی رہیں گے سخت نادانی ہے۔ سوسائٹی کی شرم انسان کو بار بار کھلم کھلا بد اخلاقیوں سے کسی نہ کسی حد تک روک سکتی ہے لیکن خلوت میں روکنے سے وہ قطعاً قاصر ہے۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ تخلیہ میں بد اخلاقیوں کا ارتکاب جب ایک معتد بہ جماعت کرتی ہے تو رفتہ رفتہ بقیہ جماعت بھی اس سے متاثر ہوتی ہے اور مخالفین کی قوت خود بخود کمزور ہو جاتی ہے۔ آخر کار جمہور کے نزدیک بھی اس فعل میں کوئی شناعت باقی نہیں رہتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بد اخلاقی خوش اخلاقی بن کر ریاست کی اعانت و امداد حاصل کر لیتی ہے اور اس کے زیر سایہ پھل پھول کر دوسرے معائب و خبائث کو پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے ۔

(۳) جماعتی تعصب اور گروہ بندی جمہوریت کے لئے ایک لازم اور ضروری چیز ہے اس مہلک مرض کا اثر یہ ہوتا ہے کہ حق گوئی و حق پسندی کا وصف لوگوں میں بالکل مفقود ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں قوم کی اخلاقی تباہی یقینی ہے۔ پھر یہی چیز جماعتی استبلا اور اکثریت کے ظلم پر منتج ہوتی ہے جو جمہوریت کی بدترین خصوصیت ہے ۔

(۴) قانون سازی کے اختیارات جمہوریتوں میں درحقیقت صرف برسر اقتدار جماعت کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اگرچہ لفظاً ہر ریاست کی سب جماعتیں قانون سازی میں حصہ لیتی ہیں۔ پھر اس مقتدر جماعت میں بھی جماعتی نظم کا دہانہ ہر ایک کے منہ پر چڑھا ہوتا ہے جس کی وجہ سے حق کا دم ان کے حلق میں گھٹ کر نکل جاتا ہے۔ اس میں اور آمریت میں کچھ فرق نہیں

باقی رہتا اور جمہور کا نام محض ایک فریب اور دھوکہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ برسر اقتدار جماعت آخر انسانوں کی جماعت ہوتی ہے، فرشتوں کی جماعت نہیں ہوتی۔ اس کے وضع کئے ہوئے قوانین پر اس کے ذاتی رجحانات و تعصبات کا اثر پڑنا لازم ہے۔ ایسی صورت میں عدل و انصاف کا معیار اس جماعت کے مفاد کے علاوہ کچھ نہیں رہ جاتا۔ پھر یہ معیار بھی قطعاً غیر مستقل ہوتا ہے۔ جب دوسری پارٹی برسر اقتدار ہوتی ہے تو معیار اور نقطۂ نظر تبدیل ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں شہریوں اور ریاست دونوں کو "امن و عیش" کہاں نصیب ہو سکتا ہے جب کہ ہر وقت "جرس" ۔ "بربند بد محملہا" کی آواز بلند کر رہا ہو۔

طاقت ور اور برسر اقتدار جماعت حزب مخالف کو ہر ممکن طریقہ سے دبانے کی کوشش کرتی رہتی ہے اور اس کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ مخالف پارٹی بھی اول الذکر کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہے۔ اس وجہ سے جمہوریتوں میں باہمی تفرقہ کی آگ برابر سلگتی رہتی ہے اور اس کا خانہ جنگی اور دیگر مہلک نتائج کی طرف منجر ہونا بعید نہیں ہوتا۔

(۶) اجتماعی ارادہ چونکہ ایک تغیر پذیر شے ہے اس لئے جمہوریتیں کبھی مستقل اور پائیدار اصول پر نہیں چلتیں بلکہ ان میں تلون اور ابن الوقتی کی شان پائی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ دوست ان پر اعتماد کر سکتے ہیں نہ دشمن۔ ان کے ساتھ معاملہ کرتے وقت کوئی بھی یہ بھروسہ نہیں کر سکتا کہ آج ان کی جو پالیسی ہے کل بھی وہی قائم رہے گی۔

(۷) اگر جمہوریت نظام سرمایہ داری کے ساتھ مخلوط ہو تو یہ ناگزیر ہے کہ حکومت و فرمانروائی صرف سرمایہ دار طبقہ کے قبضہ میں آ جائے اور غربا کی قسمت میں ابدی محکومی اور غلامی لکھ دی جائے کیونکہ جمہوریت میں اقتدار اس جماعت کو حاصل ہوتا ہے جس کے پاس پروپیگنڈے کے ذرائع زیادہ ہوں اور ظاہر ہے کہ یہ چیز دولت مندوں کو غریبوں کی بہ نسبت زیادہ میسر ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے چنانچہ مشاہدہ ہمارے اس بیان کی تائید کر رہا ہے۔ انگلستان میں جو جمہوریت کی محبت میں درجۂ جنون سے بھی آگے بڑھ گیا ہے۔ محض سرمایہ دار طبقہ کی فرمانروائی ہے۔ یہی حال امریکہ ہندوستان اور دوسرے جمہوری ممالک کا ہے۔

(۸) ہر غیر اسلامی نظریۂ سیاسی خصوصاً جمہوریت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اس کے اوپر جس ریاست کی بنیاد رکھی جائے اس کی پالیسی کا محور صرف معاشیات کو بنانا پڑتا ہے۔ یہ ایک لازم اور ضروری چیز ہے جس سے کسی جمہوریت کو مفر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اجتماعی ارادہ جو جمہوری ریاستوں کا طاغوت مسجود ہے۔ انفرادی ارادوں کے اجتماع سے وجود میں آتا ہے اور انفرادی ارادے جب خدا کی بندگی سے آزاد ہوں تو ان کا منتہائے مقصود صرف مطالبات نفس و بدن کو پورا کرنا ہوتا ہے جو معاشیات کا سرچشمہ ہے اس لئے ہر جمہوریت اس پر مجبور ہے کہ وہ معاشی مسائل کو اولیت اور اولویت کا درجہ دے اور دوسرے مسائل کو صرف ان کے تابع سمجھے، زندگی کے ہر شعبہ کو معاشیات کے تابع کر دینے کا لابدی نتیجہ وہ حیوانیت و بہیمیت ہے جس کا مشاہدہ آج دنیا کے اکثر حصہ میں ہو رہا ہے اخلاقی حس کی موت خدا سے بے نیازی بلکہ بے زاری، مادہ پرستی کا غلبہ، یہ سب چیزیں اسی شکم پرستی اور عبدیت حرص و ہوس کے ضروری اور لابدی نتائج ہیں جن سے نجات اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ جمہوریت کا وجود دنیا میں باقی ہے اور جب تک معاشیات کے بت کی پرستش اس عالم میں جاری ہے۔ مشہور ملحد جوزف اسٹالن نے بالکل سچ کہا ہے کہ "لوگوں کو مذہب و روحانیت سے بیگانہ اور متنفر بنانے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ان کو معاشیات کی جانب زیادہ سے زیادہ متوجہ کر دیا جائے۔"

معاشیات کے غلبہ کا دوسرا ضروری اور لابدی اثر یہ ہوتا ہے کہ جمہوریت کے ساتھ سرمایہ داری کا ناقابل انقطاع رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں ہر جگہ نظام سرمایہ داری اور نظام جمہوری ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ یہ قطعاً ناممکن ہے کہ کسی ملک میں نظام سیاسی جمہوری ہو اور نظام معاشی سرمایہ داری کے علاوہ کچھ اور ہو اس لئے کہ جمہوریت کے معاملہ میں ذیل کی دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بہرحال ہوگی۔

اول یہ کہ جمہوریت کے قیام سے پیشتر نظام سرمایہ داری موجود ہو۔ اس صورت میں یہ یقینی ہے کہ برسر اقتدار جماعت یا تو خود سرمایہ دار ہوگی یا کم از کم سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی طرح ہوگی۔ اور مشاہدہ بھی اس کی

تائید کرتا ہے. چنانچہ انگلستان کے جمہوری نظام میں بینک آف انگلینڈ کے ڈائرکٹر اور وزیر اعظم انگلستان کی پوزیشن بالکل یکساں ہے بلکہ دستوری قانون کے ماہرین کی ایک بہت بڑی جماعت ڈائرکٹر کے عہدے کو وزیر اعظم کے عہدے سے اہم تر خیال کرتی ہے. اسی طرح فرانس کے بینک کا ڈائرکٹر فرانسیسی حکومت پر اس طرح حاوی رہتا ہے کہ حکومت اس کے اشارہ چشم و ابرو کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتی. حکومت اگر اس سے نہیں نباہ سکتی تو اس کو مستعفی ہونا پڑتا ہے. چنانچہ جو لوگ فرانسیسی تاریخ پر گہری نظر رکھتے ہیں. وہ خوب جانتے ہیں کہ فرانسیسی کابینہ حکومت میں روز نہ روز کے تغیرات و انقلابات کس حد تک اسی بینک کے رہین منت رہتے ہیں. امریکہ میں حکومت پر یہود اپنے تمول کی وجہ سے باوجود اقلیت میں ہونے کے چھائے ہوئے ہیں.

دوسری صورت یہ ہے کہ جمہوریت کے قیام کے وقت نظام معاشی سرمایہ دارانہ نہ ہو بلکہ کوئی اور مثلاً اشتراکی ہو. ایسی صورت میں یہ لازم ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد نظام معاشی رفتہ رفتہ متغیر ہو کر سرمایہ دارانہ ہو جائے. اس لئے کہ اس صورت میں جو جماعت بھی جمہوریت میں برسر اقتدار ہوگی وہ سرمایہ پر پورا قبضہ رکھے گی اور اس میں ایسے تصرفات کرے گی جو اس کے مفاد کے مناسب ہوں اگر شخصی سرمایہ داری نہ بھی ہو تو جماعتی سرمایہ داری تو یقینی ہے جو شخصی سرمایہ داری سے بھی زیادہ مضر ہے.

اس خالص معاشی ریاست و سیاست کے تباہ کن اثرات کا احاطہ مشکل ہے. اس سے جو اخلاقی بربادی ہوئی ہے وہ بیان سے باہر ہے لیکن اس کا ایک نتیجہ عجیب و غریب ہوتا ہے جس کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا یعنی یہ خود اس جمہوری مملکت کو بھی خطرے میں مبتلا کر دیتی ہے جو اس کو وجود عطا کرتی ہے. قارونیت کا غلبہ انسان سے انسانیت کا جوہر سلب کر لیتا ہے. ایک سرمایہ دار کو صرف سرمایہ عزیز ہوتا ہے نہ اس کو قوم کی پروا ہوتی ہے نہ ملک نہ جماعت کی. وطنیت و قومیت کے وہ تصورات جن پر عموماً جمہوریت کی بنیاد قائم ہوتی ہے سرمایہ دار کے ذہن سے قطعاً محو ہو جاتے ہیں اور وہ ہر اس چیز کی اعانت و امداد کرتا ہے جس سے اس کے سرمایہ کی ترقی و حفاظت ہوتی ہو خواہ اس

کے نتیجہ میں مملکت، ملک، قوم سب تباہ و برباد ہو جائیں۔ انگلستان کا مشہور اہل قلم جان گنتھر اپنی کتاب "باطن یورپ" INSIDE EUROPE میں لکھتا ہے۔

"فرانسیسی سپاہی کے سینہ میں جرمنی کی جانب سے جو گولی آ کر لگی ہے
بہت ممکن ہے کہ فرانس ہی کے کسی کارخانہ کی بنی ہوئی ہو۔"

(۹) اجتماع کے وجود میں آنے کے دو سبب ہوتے ہیں۔ کوئی عقلی اصول جو پوری جماعت کا مقصد و مطمح نظر ہو جائے اور مقصد و عقیدے کی ہم آہنگی جس کو وحدت کلمہ بھی کہتے ہیں پوری جماعت کو مجتمع کر دے یا کوئی خاص جذبہ جو افراد میں ہم آہنگی پیدا کر کے ان میں ایک ہیئت اجتماعیہ پیدا کرے۔ جمہوری ریاست میں چونکہ اصول کا معیار خود اجتماع ہے۔ اس لئے اس کے سامنے کوئی ایسا مستقل عقلی اصول و قانون نہیں ہوتا جو افراد میں ہیئت اجتماعیہ پیدا کر کے جمہوریت کے وجود میں آنے کا سبب بنے۔ لہٰذا یہ لازم ہے کہ اس میں اجتماع کی بنیاد عقلی کے بجائے محض جذباتی ہو جس کے مندرجہ ذیل نتائج یقینی ہیں۔

الف: جماعت میں عقلیت کے بجائے جذباتیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے اس کے قوائے عقلیہ روز بروز کمزور ہوتے جاتے ہیں، نہ اس کا فکری نظام صحیح رہتا ہے نہ اخلاق اور رفتہ رفتہ وہ حیوانیت اور بہیمیت کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔

ب: جذبات میں استقلال نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ اجتماع بھی سخت متلون اور سیماب روش ہوتا ہے۔

(۱۰) جمہوریت میں ایک جماعت محض اس بنا پر دوسری جماعت پر صاحب اقتدار بنائی جاتی ہے کہ وہ ثانی الذکر سے تعداد میں زیادہ ہے۔ یہ چیز جس قدر عدل و انصاف کے خلاف ہے وہ ظاہر ہے۔ عقل سلیم کسی صورت سے بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو سکتی کہ محض تعداد کی اکثریت حکمرانی اور فرمانروائی کا حق پیدا کر دیتی ہے بلکہ اس کے ساتھ ان شرائط کا تقاضا کرتی ہے جو اسلام نے لگائے ہیں۔

## فتلک عشرۃ کاملۃ

مشتے نمونہ از خروارے صرف ان دس معائب کے اظہار پر اکتفا کرتا ہوں۔ جمہوریت کی

بقیہ صفحہ ۶۶ پر

مجید لاہوری (مرحوم)

# خوچہ ہم غم کو کھائے گا۔

الیکشن ۱۹۹۰ء میں خان عبدالولی خان، مولانا فضل الرحمن خان
ائیر مارشل اصغر خان، نواب زادہ نصر اللہ خان کے متوقع نتائج
پر مجید لاہوری مرحوم کی بتیس برس قبل کہی ہوئی ایک غزل معذرت
کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

"ریڈیو" پہ جائے گا خوچہ یہ گانا گائے گا
چل چل چنبیلی باغ میں کشمش کھلائے گا

محفل میں میرا یار خو آیا نہ آئے گا
آواز میرا یار کا محفل میں جائے گا

ہم جانتا تھا عشق میں یہ دن بھی آئے گا
غم ہم کو کھائے گا خوچہ ہم غم کو کھائے گا

فرقت میں اپنا آنکھ سے آنسو گرائے گا
دل میں جو آگ لگتا ہے اسکو بجھائے گا

"فٹ پاتھ" پر خو کس لئے جھگی بنائے گا
ہم اپنا دل کا "بنگلہ" میں تم کو بٹھائے گا

دلبر ہمارا ہم کو جو ملنے کو آئے گا
پیسہ بھی اس کو دے گا، چلم بھی پلائے گا

ہم کو مجید بولے گا خان اک غزل سناؤ
ہم اچھا والا اور غزل بھی سنائے گا

❋❋❋

# میں آج بھی جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی سیاست کا باغی ہوں

حکیم محمد صدیق تارڑ مرید کے ضلع شیخوپورہ میں قیام پذیر ہیں۔ 1935ء کے زمانہ میں مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے اور تاحال اس عہد وفا پر قائم ہیں۔ جدوجہد آزادی میں عملی طور پر حصہ لیا۔ قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو عقیدہ و ایمان پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے اور ملک و قوم کیلئے خوشی سے مصائب برداشت کرتے ہیں وہ بے جگری کے ساتھ انگریز سامراج سے لڑے اور اسکا غرور اقتدار خاک میں ملا دیا طبیعت میں ظرافت و برجستگی کا یہ عالم ہے کہ اس بڑھاپے میں بھی ان کے قہقہے اور چست فقرے ماحول کو زندگی عطا کر دیتے ہیں۔ گزشتہ دنوں ایک مجلس میں وہ ماضی مرحوم کے اوراق پلٹ رہے تھے جنہیں میں نے اپنے قارئین کیلئے محفوظ کر لیا ہے حکیم صاحب فرما رہے تھے۔

1935ء کا دور مجلس احرار کی تاریخ میں انتہائی اذیت کا زمانہ تھا جب لوگوں کی رقابت نے انتقام کی آگ بھڑکائی اور فرنگی نے اس آگ پر دشمنوں کے حساب سے تیل ڈالا اپنے ٹوڈیوں سے خوب خدمت کی اور اس خدمت کے عوض میں مسجد شہید گنج کا ملبہ احرار پر ڈالا اور سیاست و اقتدار اپنے لے پالکوں کو عطا کیا مرزائی شیعہ اپنی مسلم دشمنی کی بنیاد پر انگریز کا ساتھ دے رہے تھے جاگیر دار اور سرمایہ دار بھی حق نمک ادا کرنے میں معروف تھے کمزور دل و دماغ رکھنے والے مسلمان احرار چھوڑ کر جا رہے تھے کہ میں مجلس احرار میں شامل ہوا مولانا عبدالحق شوق مرحوم روزنامہ احسان لاہور میں ملازم تھے احسان کی پالیسی چونکہ احرار کے سخت خلاف تھی شہید گنج کی تحریک عروج پر تھی احسان نے احرار کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا تو مولانا شوق کی ان سے ٹھن گئی نتیجہ واضح تھا مولانا روزنامہ احسان کی ملازمت سے استعفیٰ دیکر مرید کے تشریف لے آئے۔ مولانا مجرد "جورو نہ جاتا اللہ میاں سے ناطا" انہوں نے ہمارے ہاں قیام کیا میرا عنفوانِ شباب تھا مولانا کی زندہ مجلس میں بیٹھنا فکر و نظر کی آبیاری کا سبب بنا اور رفتہ رفتہ احرار کے حلقۂ وفا کا اسیر ہو گیا احرار نے فرنگی کے خلاف جس بے جگری سے کام کیا وہ نہ جمعیت العلماء ہند میں ہم نے دیکھا نہ کانگریس میں۔ سکون، آرام اور عیش کوشی احرار کی فطرت میں ہی نہیں شاید انہی مردان احرار کو دیکھ کر اقبال نے کہا تھا

ازل سے فطرت احرار میں ہے دوش بدوش
قلندری و قبا پوشی و کلہ داری

ابھی شہید گنج کا ملبہ صاف نہ ہوا تھا کہ احرار نے فوجی بھرتی بائیکاٹ کی تحریک شروع کر دی۔ مسلم لیگ کانگریس اور جمعیت علماء ہند تینوں جماعتیں بالکل خاموش تھیں بلکہ مسلم لیگی لیڈر تو اس جبری فوجی بھرتی میں برابر کے شریک تھے۔ گجرات، جہلم، کیمبل پور سرگودھا اور ہزارہ کے اضلاع کے جاگیرداروں نے انگریز کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا مسلمان نوجوانوں کو انگریزی فوج میں بھرتی ہو جانے کی ترغیب دی اور انہی اضلاع کے بعض مولویوں اور پیروں کی خدمات بھی حاصل کی گئیں مجلس احرار ہندوستان کی واحد جماعت تھی جس نے 153۔ الف بھی توڑی اور جبری فوجی بھرتی کے خلاف پورے پنجاب اور ہندوستان بھر میں انگریز کے خلاف آگ بھڑکا دی۔ ہمارے مولانا

عبدالحق شوق مرحوم نے اس دھکتی آگ کے شعلوں کو خوب بھڑکایا۔ فرنگی کی اس چال کو ناکام کرنے کیلئے دن رات ان تھک محنت کی بالآخر مولانا گرفتار کر لئے گئے اور ڈھائی سال قید باشقت کی سزا بھگتنے کیلئے فیروز پور جیل بھیج دیئے گئے مرید کے میں احرار اسلام کی بنیاد ڈالنے والے مولانا شوق مرحوم تھے اور یہ فیضانِ شوق ہی تھا کہ میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کر سکا۔ پھر میں حضرت کی خلوت و جلوت کے مشاہدات میں مستغرق رہا اور جی بھر کے شاہ جی کی توجہات سے فیض پایا۔ یہ انہی کا فیض ہے کہ مجھ جیسا ان پڑھ غریب، بے یار و مدد گار آدمی اپنے علاقہ کے بڑے بڑے جابروں بدمعاشوں اور لیگیوں سے ٹکرا گیا اور ہمیشہ عزت و آبرو پائی۔ بڑے ہولناک معرکے ہوئے، اذیت ناک مرحلے آئے لیکن میرے قدم نہ ڈگمگائے۔ "تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ" میں دوسرا ڈکٹیٹر میں بنا اور اپنی ابتدائی تربیت کے مطابق پورے علاقہ میں جدوجہد کرتا رہا اور آج تک مجلس احرار کے پلیٹ فارم پر مستعد کھڑا ہوں۔ مجھ میں آج بھی وہی دم خم ہے جو یہ فیضِ صحبت پیر بخاری مجھے ملا ہے۔ میں آج بھی جاگیرداروں کارخانے داروں اور سرمایہ داروں کی سیاست کا باغی ہوں جب تک میری جان میں جان ہے اور دل میں ایمان ہے میں مجلس احرار اسلام کا مشن لیکر بڑھتا رہونگا۔ میرا مال میری جان میری آل اولاد سب کچھ احرار کا ہے۔ اس لئے کہ احرار دین کے اقتدار، استحکام اور دینی اقدار کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے ہیں۔

---

## قرآن کریم کا شکوہ

مجھ سے عقیدت کے دعوے اور قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
(ماہر القادری)

❋

# قانون انسدادِ فواحش

"یہ ایک سورۃ ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور اس کے احکام ہم نے ہی فرض کئے ہیں اور ہم نے اس میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو--- بدکار عورت اور بدکار مرد سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ--- اور تمہیں اللہ کے معاملہ میں ان پر ذرا بھی رحم نہ آنا چاہیئے اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا (دیکھنے کیلئے) کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیئے"--- (سورۃ النور آیت 1، 2، پ 18)

------------(اور)------------

"چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کی کرتوت کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے"۔ (سورۃ المائدہ آیت 38، پ 6)

منتظر ہے یہ جہاں آئین پیمبر کا آج
ورنہ سب بیکار ہے جمہور ہو یا تخت و تاج

مرسلہ:۔ فقیر عبدالواحد بیگ الرحوم پینٹر محلہ سادات دہلی گیٹ ملتان۔

محترم حضرت محمد حسن چغتائی مدظلہ
(امیر مرکزیہ مجلس احرار اسلام پاکستان)

# مقام صحابہ رضی اللہ عنہم

طلوعِ آفتاب کے بعد جو چیز سب سے زیادہ اور سب سے پہلے آفتاب کے آثار سے متاثر ہوتی ہے۔ وہ فضا ہے۔ وہ چونکہ خلقتاً اپنی ذات سے شفاف ہے۔ اور ادھر آفتاب کے سامنے بلاواسطہ حاضر ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس کے نور حرارت کا اثر لیتی ہے۔ وہ اس درجہ منور ہوتی ہے کہ باوجود اس کے چمک اٹھنے کے خود اس کی چمک آنکھوں کو نظر نہیں آتی۔ بلکہ آفتاب ہی کی دھوپ اور شعاعیں نظر پڑتی ہیں۔ اگر فضا میں نگاہ اٹھائی جائے۔ تو فضا کا جو حصہ سامنے آئے گا۔ اس میں سے آفتاب ہی دکھائی دے گا۔ خود فضا کی ہستی نظر نہ پڑے گی۔ گویا وہ اس کے نور میں اس درجہ مستغرق اور فانی ہو جاتی ہے۔ اور اس کا اپنا تنور کسی کی آنکھ میں نہیں آتا۔ بلکہ آفتاب اس میں سے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ گویا بلاواسطہ دکھائی دے رہا ہے۔ حالانکہ فضاء اپنی بے حد وسعت کے ساتھ بیچ میں حائل ہے۔

ٹھیک یہی صورت روحانی آفتاب سے استفادہ کی بھی ہے۔ اور اس کے عالم گیر آثار اس سے متاثر تو سب ہوتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ وہ طبقہ متاثر ہوتا ہے جو بلاواسطہ اس سے قریب ہو کر نور لیتا ہے۔ اور وہ طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا طبقہ ہے جو فضا کی مانند ہے۔ جو زمین سے بالاتر ہے۔ اور فلک شمس یعنی آسمان نبوت سے فروتر ہے۔ وہ فضا کی طرح خلقی طور پر خود شفاف ہے۔ جو محض اس کے نور کو ہی دکھلا دینے کی نہیں بلکہ اس میں میں آفتاب کو دکھلانے کی کامل استعداد رکھتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ سارے نبیوں کے صحابہ میں میرے صحابہ منتخب کرلئے گئے۔ یا جیسے سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ان کے دل شفاف تھے۔ ان کا علم گہرا تھا۔ ان میں تکلفات نہ تھے۔ انہیں اقامت دین کے لئے پوری امت میں سے چن لیا گیا تھا۔ ان کا نقشِ قدم واجب الاتباع ہے۔" وغیرہ جس سے حضرات صحابہ کی کمال قابلیت کھلتی ہے۔ جو انہیں انوار نبوت کو جذب کرنے کے لئے عطا ہوئی تھی۔ پس وہ فطری شفافی اور کمال قرب کے لحاظ سے بمنزلہ فضا کے ہوئے۔ جو شفاف ہے۔ اور ساری دنیا کی نسبت سے آفتاب سے قریب تر بھی ہے کہ بلاواسطہ نورِ آفتاب جذب کرتی ہے۔ پس انہوں نے ان شفاف سینوں سے اس درجہ آفتاب نبوت کا نور و اثر قبول کیا کہ فضا کی طرح سر تا پا نور بن گئے۔ اور جیسا کہ فضا آفتاب سے ملحق اور متصل ہو کر اس درجہ منور ہو جاتی ہے۔ کہ وہ خود نظر نہیں آتی۔ یعنی وہ خود اپنے کو نہیں دکھلاتی۔ بلکہ صرف آفتاب اور اس کی شعاعوں اور چمک دمک ہی کو نمایاں کرتی ہے۔ ایسے ہی صحابہ اپنی فطری قابلیتوں ہی کی بناء پر اس درجہ پاک قلوب، عمیقُ العلم۔ قلیلُ التکلیف اور بے غل و غش بنائے گئے تھے۔ کہ گویا ان میں خود ان کی کوئی ذاتی خصوصیت باقی نہیں رہی تھی۔ وہ صرف سنن نبوی کے مجسم نمونے بن گئے تھے۔ اس لئے حضور نے ان کے عقیدہ و عمل کو اپنے عقیدہ عمل کے ساتھ ختم کر کے انہیں معیار حق فرمایا۔ اور اعلان فرمادیا۔ کہ سنن نبوت اور سنن صحابہ ایک ہی ہیں۔ جس سے نمایاں ہوجاتا ہے۔ کہ صحابہ کی دینی خصوصیات، خصوصیت نبوی تھیں۔ چنانچہ امت کے بہتر فرقوں کے بارے میں جب حضور سے یہ سوال کیا گیا۔ کہ ان بہتر میں وہ ناجی فرقہ کونسا ہے؟ تو فرمایا۔

مَاانَا علیہ الیوم و اصحابی۔

"جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں۔"

گویا اپنے عقیدہ و عمل کے ساتھ ان کے عقیدہ و عمل کو اس طرح ملا کر بتلایا۔ کہ ان کے عقیدہ و عمل اور حضور کے عقیدہ و عمل کی نوعیت ایک ثابت ہو گئی۔ اور فرقوں کے حق و باطل ہونے کا معیار آپ نے خود اپنی ذات با برکات اور حضرات صحابہ کو ٹھہرا دیا۔

صحابہ بالاتر از تنقید

پھر جیسے فضا تک کوئی گندگی نہیں پہنچتی۔ اور پہنچائی بھی جائے۔ تو وہ لوٹ کر پہنچانے والے ہی پر گرتی ہے۔ فضا اس سے گندی نہیں ہوتی۔ ایسے ہی حضرات صحابہ کا طبقہ روحانی فضا کی مانند ہے۔ امت کی تنقیدوں سے بالاتر ہے۔ اگر ان کی شان میں کوئی طبقہ سب و شتم یا گستاخی یا سوء ادب یا جسارت و بے باکی یا ان پر تنقیدی تحقیر کی گندگی اچھالے گا۔ تو اس کی یہ ناپاکی اسی کی طرف لوٹ آئے گی۔ اس فضاء شفاف پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

بہر حال حضرات صحابہ فضاء قریب کی مانند ہیں کہ انہیں شفافی میں بھی آفتاب سے مناسبت ہے وہ آفتاب نبوت سے نزدیک تر بھی ہیں۔ بلاواسطہ اس سے ملحق بھی ہیں۔ وہ زمین کی کدورتوں سے بالاتر بھی ہیں۔ اور وہ آفتاب نبوت کے نور میں فانی بھی ہیں۔ اور اس نور کی نمائش گاہ بن کر رہ گئے ہیں۔ جن میں اپنی خصوصیت بجز انفعال اور قبول حق کے دوسری نہیں رہ گئی تھی۔

پس صحابہ کی اس اعلیٰ ترین زندگی کا نور تیز بھی ہے۔ اور پیغمبر سے اقرب تر اور اشبہ بھی ہے کہ اس نے نبوت کی زندگی سے متصل رہ کر اس کی شعاعوں کا نور قبول کیا ہے۔ اس لئے یہ زندگی نہ صرف عزیمتوں کی زندگی اور اولوالعزمانہ زندگی ہے۔ کہ جائزات کی آڑ لئے بغیر عمل کے اعلیٰ ترین حصہ کو اپنا لیا جائے۔ بلکہ یہ زندگی جامع اضداد بھی ہے۔ جو کمال اعتدال لئے ہوئے ہے۔ کہ ایک طرف نفس کشی بھی انتہائی اور ساتھ ہی ادب شریعت اور اتباع سنن نبوی بھی انتہائی اور ایک طرف طبعی جذبات بھی قائم اور دوسری طرف عقلی و داعی اور ملکیت بھی غالب اس کمال اعتدال و جامعیت کے ساتھ یہ زندگی صحابہ کے سواء امت کے کسی طبقہ کو طبقاتی حیثیت سے نصیب نہیں۔ آحاد و افراد اس زندگی کے حامل نظر پڑیں گے۔ جس میں شرف صحابیت کے سواء سب کچھ ہوگا۔ لیکن طبقہ کا طبقہ ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا ہو۔ اور ہمہ وقت اخلاص و معرفت کی حد کمال کو طے کئے ہوئے ہو۔ طبقہ صحابہ کے سوا دوسرا نہیں۔ جنہوں نے گھر بار چھوڑ کر اور نفس کی خواہش سے منہ موڑ کر صرف اور صرف رضائے حق کو اپنی زندگی بنا کر طبعی مرغوبات کو شرعی مطلوبات پر قربان کر دیا۔ موطن طبیعت سے ہجرت کر کے موطن شریعت میں آ کر بس گئے۔ اور شرعی مرادوں کی خاطر نفس کی حیلہ جوئیوں اور راحت طلبیوں سے کنارہ کش ہو کر عزم صادق کے ساتھ ہمہ وقت مرضیات الٰہی اور سنن نبوی کی پیروی میں مستغرق ہو گئے۔ اور اسی کو اپنی زندگی بنا لیا۔ اس جامع اور جامع اضداد زندگی کا سب سے زیادہ نمایاں اور حیرت ناک پہلو یہ ہے کہ وہ کلیتاً تارک دنیا بھی تھے۔ اور رہبانیت سے الگ بھی، دنیا اور دنیا کے جاہ و جلال، دھن دولت، حکومت و سیاست، گھر بار، زمین جائیداد کے ہجوم میں بھی تھے۔ اور پھر ادائے حقوق میں بے لاگ بھی۔ یہ زن، زر۔ زمین ان کے تصرف میں بھی تھی۔ اور پھر قلباً ان سب چیزوں سے بے تعلق اور کنارہ کش بھی، درویش کامل بھی ہیں۔ اور قباء شاہی بھی زیب تن ہے۔ حکمران بھی ہیں۔ اور دلق گدائی بھی کندھوں پر ہے۔ ممالک بھی فتح کر رہے ہیں۔ اور فقیری کی خوبی بدستور قائم ہے۔

یوں بہم کس نے کئے ساغر و سنداں دونوں؟

(ماخوذ۔ تابعین کرام۔۔ از دار المصنفین۔ اعظم گڑھ)

خادم حسین

# زبان میری ہے بات اُن کی

اس دفعہ یہ کالم الیکشن نوے کی نذر ہے۔ اس میں تقریباً ہر اس لیڈر، جماعت اور فرد کی تصویر کو حسبِ حال شعر یا مصرع کے چوکھٹے میں سجانے کی کوشش کی گئی ہے جس نے کسی نہ کسی حوالے سے الیکشن میں حصہ لیا اور کسی نہ کسی رنگ میں خادم حسین کو متاثر کیا۔ ملاحظہ فرمایئے

O۔ نواز شریف

یہ رنگِ وفا تیرا، یہ شانِ ادا تیری

O۔ بے نظیر

الیکشن کا جو تو نے کیا ذکر ہم نشیں
اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے!

O۔ اعجاز الحق

جس باپ کا بیٹا ہوں بڑا نام ہے اس کا۔

O۔ سرور سکھیرا، حنیف رامے اور محسن نقوی

مغبچے عنوان ہیں بادہ کشی مضمون ہے
ان کے شیشوں میں حسین ابن علی کا خون ہے

O۔ خواجہ اسلم (جہانگیری)

اک ہیجڑے نے گا گا کے سنائی یہ خبر
ناچ گانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

O اصغر خان

چاندی کی اک جھنکار پہ۔۔ جیون کی بازی ہار کے
کوئی بک گیا سستے مول۔۔۔۔

O۔ حاجی امان اللہ

او دیکھنے والے دیکھ کے چل
ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں

O۔ صلاح الدین (تکبیر)

ذکرِ ستم سے اب تک ہم نے، دار و رسن کا مان
بڑھایا

O۔ حاکم علی زرداری

وہ نیزہ ہے خنجر ہے تلوار ہے
سیاسی مچھیروں کا سردار ہے

O۔ راجہ شاہد ظفر

واہ رے بدلتے زمانے۔ کبھی چھکا کبھی تین کانے

O۔ مولانا فضل الرحمن

جنہیں یارانِ محفل میر کا مطلع سمجھتے ہیں

O۔ ملک قاسم

پنّوں کے ڈبل ڈول میں سسّی کا ہمہمہ

O۔ پیپلز پارٹی اور خورشید محمود قصوری

لاڑ کانے کے ٹماٹر ہیں قصوری میتھی

O۔ حامد ناصر چٹھہ اور فخر امام

پرانے ہیں شکاری اور نیا دام
سمجھ ہی لیجئے کیا ہو گا انجام

O۔ سلمی گیلانی

حسرت ان غنچوں پہ ہے، جو بن کھلے مرجھا گئے

O۔ چوہدری شجاعت حسین

کنکاں دیاں فصلاں پکیاں نیں

O۔ الطاف حسن قریشی (اردو ڈائجسٹ)

انگلیاں فگار اپنی، خامہ خوں چکاں اپنا

O۔ تاج محمد لنگاہ

بالو بتیاں وے ماہی، میکوں مارو سنگلاں نال

-----

O۔ طاہر القادری اور ساجد علی نقوی

کٹ کھنے اس دور میں کھلا رہے ہیں راہبر۔۔۔

آج کی تازہ خبر

O۔ اعتزاز احسن اور سید افتخار گیلانی

دونوں دیوانے فرزانے۔ دونوں منٹو کے افسانے

O۔ پیر پگاڑا

بستی بستی پربت پربت۔۔ گاتا جائے بنجارا

لے کر دل کا اک تارا

O۔ بی۔ بختیار

اے کم سنوں کے راہ نما کچھ تو بولئے!

O۔ نوابزادہ نصر اللہ خان

حقہ بھی گیا ٹوپی بھی گئی

گوکل بھی گیا گوپی بھی گئی

O۔ ڈاکٹر شیر افگن

ہم دل کو پکڑ کر بیٹھ گئے

ہاتھوں سے کلیجہ تھام لیا

O۔ شاہ احمد نورانی

ہائے! کس نے مجھے پکارا ہے۔

O۔ مجیب الرحمٰن شامی (زندگی)

میرے قلم سے شکایات ہیں کمینوں کو

O۔ غلام اکبر لاسی اور فاروق اعظم (بہاولپوری)

دونوں تاک دھنا دھن تھیا۔ ایک طبلچی ایک گویا!

O۔ احمد سعید اعوان

گھر گھر میں دیوالی ہے۔ میرے گھر میں اندھیرا

O۔ آصف زرداری

بہت برا ہے حال تیرے مجبور کا

کب ٹوٹے گا بلم فاصلہ دور کا

O۔ ارشاد حقانی (جنگ)

میں صحافی ہوں میری فطرتِ مخفی ہے یہی

میں نے تاریخ سے ہر دور میں غداری کی ہے

O۔ عابدہ حسین

ہوا میں اڑتا جائے میرا لال دوپٹہ ململ کا

O۔ الطاف حسین

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

O۔ نذیر ناجی اور ضیاء شاہد

چمن میں تلخ نوائی ہماری گوارا کر

O۔ نصرت بھٹو

وہ چونکہ چنانچہ کی پہچان ہے

گنہگار راتوں کا دیوان ہے

O طارق رحیم اور جہانگیر بدر

دونوں چیچو چیچ گنڈیری۔ دونوں رات کی ہیرا پھیری

O ولی خان

میرا نام ولی خان، میں ہوں پستے والا خان

وئی وئی وئی، ڈرغ ڈرغ ڈان، ٹاٹن ٹان، ٹناٹن ٹان


مسلمانو!

ہمارے صرف تین دشمن ہیں:

• دشمنِ خدا • دشمنِ رسول • دشمنِ ازواج و اصحابِ رسول

آیئے

متحد ہو کر پاکستان کو کمیونسٹوں، مرزائیوں اور رافضیوں کی

لوٹ کھسوٹ اور تخریب کاری سے بچانے کا عہد کیجئے۔

# دُنیا

وقار انبالوی

جو کچھ بھی کہے حاکم، محکوم بجا جانے — دنیا یہی دنیا ہے اے شیخ تو کیا جانے
انساں کی خدائی ہے اب ذکر خدا کیا — چاندی ہے اُسی کی جو سونے کو خدا جانے
قانون کے پردوں میں پوجا ہے جرائم کی — انصاف کی محفل اب کب ہوگی بپا جانے
آئین کی چھریوں کو پھر سان پہ رکھا ہے — کٹنا ہے ابھی باقی کس کس کا گلا جانے
پہرہ ہے مسلماں کا اب حفظِ امارت پر — غربت کے مسائل کو مسلم کی بلا جانے
اپنوں پہ یہ قدغن ہے آئے نہ فغاں لب تک — اغیار کی حاجت کب ہو جائے رَوا جانے
صدقات وزکوٰۃ آئے تجدید کے چکر میں — لگ جائے کسی حیلے کب ٹیکس نیا جانے
عیدوں کی نمازیں تو پڑھ لیتے ہیں حاکم بھی — جو سر سرِ مسند ہو مسجد کو وہ کیا جانے
بازار میں پینے پر پولیس پکڑ لے گی — گھر میں جو پیئو اپنے تم جانو خدا جانے
ہر عیب ادا ٹھہرا اب آرٹ کے پردے میں — کیا شیخ پہ گذرے گی رِندوں کی بلا جانے
مفتی و فتاویٰ سب اب مائلِ دنیا ہیں — عقبیٰ کا تصوّر کیوں سے دھندلا گیا کیا جانے
سچ کہہ تو دیا مَیں نے اس جھوٹ کی دنیا میں — سچ کہنے کی ملتی ہے کیا مجھ کو سزا جانے

---

## پردہ عورت کا زیور ہے
### مگر

گئے پردے کے دن اب تو ہوا خوری ہے سیریں ہیں
غضب ہے، گھر کی حوریں ہوگئیں غول بیابانی
جو ہے پردے میں خوبی اس کو کیا جانیں یہ آوارہ
جو ہے عفت میں لذت اس کو کیا جانیں یہ غیبانی
نگل جا اے زمیں، ناپید انہیں اے آسماں کردے
نہ یوں بیٹھیں گی پردے میں، یہ بے عزت یہ سیلانی

(خواجہ عزیز الحسن (مرحوم) ڈپٹی کلکٹر)

مرسلہ:- فقیر عبدالواحد بیگ الرحوم پنشنر (ملتان)

حبیب اللہ رشیدی
ربوہ

### احرار کارکنو!

# مرزائیت دم توڑ چکی ہے اور تم تازہ دم ہو

# آگے بڑھو! اور انگریزی نبوت کے ٹاٹ لپیٹ دو

**مسجد احرار ربوہ میں بارہویں سالانہ سیرت کانفرنس سے قائد تحریکِ ختم نبوت سید عطاء المحسن بخاری کا خطاب**

اس مرتبہ بھی حسبِ سابق بارہویں سالانہ سیرت کانفرنس بارہ ربیع الاول مطابق 3۔ اکتوبر کو مسجد احرار ربوہ میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں ملک بھر سے احرار کارکن پہنچے۔ تقریباً ہر کارکن سرخ قمیض زیب تن کئے ہوئے تھا۔ سرخ پوشوں کے نظم و ضبط سے فضا مسخر تھی اور ہر طرف سرخی چھائی ہوئی تھی۔ کانفرنس کا آغاز صبح دس بجے تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ حافظ محمد اکرم صاحب نے ہدیۂ نعت پیش کیا۔ ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے صدارت فرمائی۔ کانفرنس سے سید محمد اسعد شاہ ہمدانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کیلئے اکابر احرار نے جو شاندار خدمات سرانجام دی ہیں وہ تاریخ کا اہم حصہ ہیں۔ ربوہ میں احرار سرخ پوشوں کی صدائے حق ناقابلِ فراموش ہے۔ میں اکابر احرار اور کارکنانِ احرار کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے مصائب و آلام کے طوفان بلاخیز میں بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی شمع روشن رکھی اور آج پورے عزم و استقلال کے ساتھ قافلۂ حریت رواں دواں ہے۔

مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے کہا کہ یہ شرف صرف احرار کو حاصل ہے کہ اس کے جانباز کارکنوں نے دین کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا پوری جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا اور دین دشمنوں کے ہر محاذ پر جہاد کر کے انہیں شکست سے دوچار کیا۔

مولانا اللہ یار ارشد نے کہا کہ احرار قادیانیت کیلئے پیغام اجل ہیں۔ ہم ناموسِ رسالت اور ناموس ازواج و اصحاب رسول علیہم الرضوان کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ انہوں نے واضح طور پر کہا کہ ہم نے محض اللہ کے فضل و کرم سے پندرہ برس کے عرصہ میں ربوہ کی فضاء کو تبدیل کر دیا ہے۔ اب یہاں کوئی مسلمان مرزائیوں کے ظلم و ستم کو برداشت نہیں کرتا۔ وہ پوری آزادی کے ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور استیصالِ مرزائیت کیلئے سرگرم عمل ہے۔

جناب عبدالمتین چودھری ایڈووکیٹ نے کہا کہ انگریز کے پالتو گروہ قادیانیوں کا مقابلہ کرنا احرار کا شاندار کارنامہ ہے۔ مجلس احرارِ اسلام کے اکابر اور کارکنوں نے نبی علیہ السلام کے منصبِ نبوت اور شریعت کے تحفظ کیلئے سیاسی میدان میں بھی زبردست جدوجہد کی ہے۔ یہ انہی سرخ پوشوں کا حوصلہ اور حصہ ہے۔ آج اس میدان میں جو کامیابیاں نظر آ رہی ہیں وہ اکابر احرار کے بے لوث کردار اور ایثار کا ثمر ہے۔ میں احرار کارکنوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔

اچانک مجمع میں ایک ارتعاش پیدا ہوا۔ یکایک فلک بوس نعرے بلند ہونے لگے، اللہ اکبر، محمد پیمبر، صحابہ رہبر، تاج و تختِ ختمِ نبوت زندہ باد کی گونج میں ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ مائک پر تشریف لائے۔ خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد آپ نے مفصل خطاب فرمایا۔

آپ نے کہا کہ مجلس احرار اسلام ایک نظریاتی جماعت ہے۔ ہمارے اکابر نے چالیس برس کی محنت سے اس دھرتی

کو دینِ اسلام کیلئے ہموار کیا ہے۔۔۔ وہ ان عظیم مقاصد کیلئے صبح و شام جدوجہد میں مصروف رہے کہ اللہ کی دھرتی پر، اللہ کے بندوں کیلئے، اللہ کا حکم نافذ کیا جائے۔ آج انہی کی قربانی و ایثار نے ہمیں کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار کیا ہے۔

آپ نے کہا کہ احرار کارکن دائیں بائیں کے شور و شغب سے بے نیاز ہو کر حکومتِ الٰہیہ کے قیام کیلئے جدوجہد کریں۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اور یہی ہماری منزل ہے۔

آپ نے جماعت کی پالیسی پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ احرار ایک واضح نصب العین رکھتے ہیں۔ توحید و رسالت، ختم نبوت اور اسوۂ اصحاب و ازواجِ رسول علیہم الرضوان کا تحفظ اور تبلیغ ہمارا منشور ہے۔ سیاسی جھگڑے چلتے ہیں اور چلتے رہیں گے لیکن ان طوفانوں کے مقابل عزیمت سے ٹھہرنا اور اپنے مؤقف کا پوری جرأت کے ساتھ اظہار کرنا ہمارا شیوہ ہے۔ قربانی و ایثار ہمارا پیشہ نہیں شیوہ ہے۔ مار کھانا اور راہ حق میں ڈٹ جانا احرار کی فطرت ہے۔ ہم منزلِ حق کے سفر میں ستانے کیلئے ٹھہر تو سکتے ہیں مگر رک نہیں سکتے۔ ہم ہر حال میں حق کا پرچم بلند رکھیں گے۔

صاحبِ صدر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی دعاؤں سے نشست کا اختتام ہوا اور نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد ایک بہت بڑا جلوس حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی قیادت میں مسجد احرار سے روانہ ہوا۔ سرخ قمیصوں میں ملبوس احرار کارکن قطار اندر قطار بڑے نظم کے ساتھ جلوس میں رواں دواں تھے۔ اور ربوہ کی فضاؤں میں سینکڑوں سرخ پرچم لہرا رہے تھے۔ کارکنوں کا جذبۂ ایمانی دیدنی تھا۔ ان کے نعروں سے فضا کا سکوت ٹوٹ چکا تھا اور گونج سے سرزمین کفر و ارتداد لرز رہی تھی۔ اقصیٰ چوک پر جلوس پہنچا تو نعروں میں ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا ہو گیا۔

یہاں مجلسِ احرارِ اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ، اور ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا۔۔ احرار کارکنو! مرزائیت دم توڑ چکی ہے اور تم تازہ دم ہو۔ تمہاری وفاؤں اور کارناموں کی کیا ہی بات ہے کہ مصائب و آلام کے پہاڑوں سے ٹکرا کر بھی زندہ ہو۔ یاد رکھو! یہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے مخلصانہ جدوجہد کا ثمر ہے کہ آج اللہ کا فضل و کرم اور تائید و نصرت تمہارے ساتھ شاملِ حال ہے۔ بڑھو، بڑھو، آگے بڑھو اور انگریزی نبوت کا ٹاٹ ہمیشہ کیلئے لپیٹ دو۔

جلوس آگے روانہ ہوا اور ''ایوانِ محمود'' کے روبرو پہنچ کر ٹھہر گیا۔ پھر کارکنوں کے نعرے فضاؤں کو چیرتے ہوئے آسمان سے ٹکرا رہے تھے۔ فرما گئے یہ ہادی۔ لانبی بعدی، صلی اللہ علیٰ محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ اکبر، محمد پیمبر، صحابہ رہبر، تاج و تختِ ختمِ نبوت زندہ باد، شہداء ختم نبوت زندہ باد، مرزائی کمیونسٹ اتحاد مردہ با، مرزائی شیعہ اتحاد مردہ باد، نمک حرامانِ محمد مردہ باد، غدارانِ ختم نبوت مردہ باد۔ مجلس احرار اسلام زندہ باد۔ اسی گونج اور گرج میں قائد تحریک ختم نبوت سید عطاء المحسن بخاری نے خطبۂ مسنونہ کا آغاز کیا تو تلاوت قرآن کریم سے فضا پر سکوت طاری ہو گیا۔ ہر شخص گوش بر آواز اور ہمہ تن گوش تھا۔ سب کے سب تلاوت کی حلاوت اور تاثیر میں ڈوبے نظر آتے تھے۔ بہت سی آنکھیں شدتِ جذبات سے پرنم ہو گئیں۔

آپ نے یہاں اپنے چند منٹ کے خطاب میں فرمایا

مرزائیوں نے سمجھا تھا احرار تنہا ہیں اور وہ انہیں ناکام بنا دیں گے لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ ان فاقہ مستوں، سرمستوں اور بہادروں کی تنہائیوں میں اللہ کا بسیرا ہے۔ اللہ ہی ہے جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ اسی کی مہربانیوں اور فضل و کرم سے ہم بوریہ نشینوں نے ربوہ سے کفر و ارتداد کا بستر لپیٹ دیا ہے آپ نے کہا کہ اگر کسی مرزائی کو غلط فہمی ہو تو ہم وہ بھی دور کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں ہم تو سیدھے سادے دھقانی لوگ ہیں مرزائی اکٹھے ہو کر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے تو اب ''ون ٹو ون'' کی بنیاد پر بھی آجائیں تو ہم انہیں چاروں شانے چت کر دیں گے

بقیہ ص ۵۰ پر

# صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کی محبت میں تمام محبتوں کو قربان کیا

## ◘ صحابہ سب کے سب راشد و عادل ہیں

## ◘ کسی غیر صحابی کو صحابی پر تنقید کا کوئی حق نہیں

**میرا تصور یہ ہے کہ**

## میں صحابہ کے دفاع میں ناقدین پر جارحانہ حملہ کرتا ہوں

## نسبتوں کے بیوپاری جھوٹ بولتے ہیں کہ میں "علماء دیوبند" کو برا بھلا کہتا ہوں

"چک سہو" ضلع خانیوال میں

ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری کا فکر انگیز خطاب

عالمی مجلس احرار اسلام کے اکابر تبلیغ دین کے سلسلۂ عالیہ میں اپنا ایک خاص مزاج رکھتے ہیں ان کی گفتگو میں تہور، جرأت اظہار اور بیان کی بیباکی ایسے عناصر غالب ہیں بقول چودھری افضل حق رحمت اللہ علیہ

"اس پراپیگنڈہ کے دور میں مجلس احرار جیسی بے وسائل جماعت کے خطباء اللہ کا انعام ہیں۔ جو کام لوگ قلم و قرطاس سے لیتے ہیں احرار کے بہادر خطیب اپنی خداداد صلاحیتوں سے لیتے ہیں جو انہیں فطرت نے ودیعت کی ہیں" (مفہوم)

اس دور میں اگرچہ احرار کے پاس سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور شیخ حسام الدین نہیں ہیں تاہم امیر شریعت کے چاروں فرزند اس کام میں جس تسلسل کیساتھ لگے ہوئے ہیں یہ انہی کا حوصلہ ہے، ہم مسلک علماء کی تفریقی پالیسی، سیاست بازوں کی گرگٹ کی روش، مذہبی طبقاتی کشمکش کے اس طوفان بلا میں اجتماعیت کی بقاء و استحکام کی جنگ لڑنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔

سید عطاء المحسن بخاری اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود تبلیغی سفر پر جاتے ہیں۔ 29 اکتوبر کو آپ ایسے ہی ایک سفر پر گئے۔ میں بھی ہمراہ تھا ضلع خانیوال کے ایک معروف گاؤں "چک سہو" میں آپ پہنچے تو نہایت سادگی سے سیدھے مسجد میں گئے، نماز عصر اداء کی اور داعی کے انتظار میں وہیں بیٹھ رہے۔ مغرب کے قریب ماسٹر محمد امجد صاحب تشریف لائے، علیک سلیک کے بعد مغرب کی نماز اداء کی اور ان کے ڈیرے پر چلے آئے۔ مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی، حضرت مولانا سید خورشید احمد شاہ صاحب ہمدانی رحمت اللہ علیہ (خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمت اللہ علیہ) کے چھوٹے فرزند

مولانا حافظ سید محمد اسعد ہمدانی بھی اس مجلس میں تھے۔ ان سے بھی خوب گفتگو رہی۔ دراصل یہ جلسہ انہیں کی توجہات کا نتیجہ تھا۔ ہمدانی صاحب، بخاری صاحب کی آمد پر بہت ہشاش بشاش دکھائی دیتے تھے۔ بات بات پر دعائیں دیتے اور فرماتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع تو بہت سے لوگ کر رہے ہیں مگر جس ڈھب سے آپ نے کام کیا ہے وہ بہت مؤثر ہے۔۔۔ عشاء کی نماز کے بعد سید محمد اسعد ہمدانی صاحب کا بیان شروع ہوا آپ نے نہایت خوبصورت انداز اور متین لب ولہجہ میں علاقہ بھر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو خطاب کیا۔ آپ نے کہا کہ دنیا کا ہر شخص دنیا سے یہی کہتا ہوا رخصت ہوا

کہ میں کچھ نہیں کر سکا، میری بات ادھوری رہ گئی، میرا کام نامکمل رہ گیا، یہاں تک کہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی عدم تکمیل کی تشنگی کا اظہار فرماتے رہے۔ مگر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات میں واحد انسانِ کامل ہیں جنھوں نے اپنے دورِ آخر میں وحی و الہام کے پالے تلامذۂ رسول صحابہ سے پوچھا

الا هل بلغت

ایک لاکھ صحابہ جو حجۃ الوداع کے موقع پر جمع تھے بیک زبان فرمایا

بلى انك قد اديت الأمانته و بلغت الرسالته

جی ہاں آپ نے نہ صرف پیغام حق سنایا بلکہ آپ نے تبلیغ رسالت کا حق اداء کیا اور امانت کی تکمیل کی۔ اللہ پاک اس پر بول اٹھے

اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي

میرے محبوب آپ نے حقِ رسالت کچھ اس اداء سے مکمل کیا کہ میں نے آپ پر دین کامل کر دیا اور نبوت کی نعمت پوری کر دی۔ اللہ نے اس پر صحابہ کی جماعت کو گواہ بنایا اور انہیں بلاتفریق حضور علیہ السلام کا وارث اور نبوت کی عظیم الشان امانتوں کا واحد امین بنایا۔

میں محسوس کر رہا تھا اور لوگوں کے چہروں کو پڑھ رہا تھا۔ ہر چہرہ مطمئن تھا، گویا لب و لہجہ عالمانہ ہونے کے باوجود ابلاغ ایسا مؤثر تھا کہ ان پڑھ بھی عقیدے کی اس گتھی کے سمجھنے میں کامیاب تھے۔

آپ کے پرتاثیر بیان کے بعد ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری نے بیان کا آغاز کیا آپ نے سورہ حجرات پارہ 26 کی آیت تلاوت کی۔

ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة و اجر عظيم O

جو لوگ اللہ کے رسول کے ہاں دبی آواز سے بولتے ہیں، اللہ نے ان کے دلوں کو جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے

تلاوت کا انداز ایسا دل کش تھا کہ سامعین جھوم جھوم گئے۔ گفتگو کا آغاز اپنے علاقائی زبان میں اس طرح کیا کہ برسوں کی اجنبیت لمحوں میں اپنائیت اور انسیت میں بدل گئی، آپ نے کہا، آج سے تیس برس پہلے میں یہاں آیا تھا، تب حضرت پیر خورشید احمد شاہ صاحب زندہ و تابندہ تھے۔ پیر مبارک شاہ صاحب جنوب کی سمت وہاں تشریف فرما تھے۔ آج میں اور اسعد شاہ صاحب پھر دین کی جدوجہد کو آگے بڑھانے اور اپنے اسلاف کے مقدس رشتوں کی تازگی کیلئے آپ کے سامنے اکٹھے ہیں، اور اللہ سے دعا ہے کہ ہمارا یہ دینی وحدت کا رشتہ آخری سانسوں تک قائم اور شگفتہ رہے آمین۔

میرے مسلمان بھائیو! دیوبندی بریلوی اور غیر مقلد تینوں کا عقیدہ ایک ہے۔ توحید، رسالت، قیامت۔ اللہ کو اس طرح مانو جس طرح سیدنا محمد رسول اللہ نے مانا ہے۔ آپ نے اللہ کی محبت پر تمام محبتوں خواہشوں اور آرزوؤں کو قربان کر دیا اور ان تمناؤں کو قربان کرتے ہوئے کسی قسم کا تامل نہیں فرمایا، کوئی ہچکچاہٹ اور کوئی محبت دل کی وسعتوں اور پہنائیوں میں ایسی نہ تھی جو دل گیر ہوئی ہو

والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم

اور (لوگو) تمہارا الہ، ایک الہ ہے۔ اس بڑے مہربان اور رحم کرنے والے کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں ہے۔

آپ نے یہ آیت اس لہجہ میں پڑھی کہ مجھے حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ یاد آگئے، خصوصاً لاالہ کچھ ایسی کیفیت سے پڑھا، طرز اداء کچھ ایسی تھی کہ محبت الٰہی سے بہت سی آنکھیں بھیگ گئیں اور موتی سے جھلملانے لگے، سبحان اللہ۔۔۔ آپ نے کہا الوھیت مطلقہ کا حسنِ بیکران انسانیت سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دامنِ دل اسی حسنِ مطلق کیلئے پھیلایا جائے اور دل کی خلوتوں میں اسی کو اور بس اس اکیلے کو ہی بسایا جائے جس بن کسی کا کام ہوتا نہیں اور جس کا کوئی کام کسی بن رکتا نہیں، جو کسی کا محتاج نہیں اس کے سب محتاج ہیں۔

مسلمانو! یہ عقیدہ ایسا جلیل و عظیم ہے کہ اسی عقیدے کو انسانی روح کی گہرائیوں میں اتارنے کیلئے اللہ نے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے ذمہ لگا دیا کہ منحرف مخلوق کو اس بات کا قائل کرو کہ "مجھ بن ان کا کوئی من موہن نہیں ہے پس میری یاد میں لگے رہو"

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا آنا فا عبدون ○

اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ بات یہ ہے کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں سو میری بندگی کرو

اننی آنا اللہ لا الہ الا آنا فاعبدنی واَقم الصلوٰۃ لذکری ○

میں جو ہوں، میں اللہ ہوں، کسی کی بندگی نہیں، مگر میری سو میری بندگی کرو اور میری یاد (کے تسلسل) کیلئے نماز پڑھا کرو

مشرکوں اور ان کے جمہوری اتحادیوں کی بھٹکتی لڑکھڑاتی اور ٹامک ٹوئیاں مارتی حالت کو دیکھتے ہوئے اللہ نے انہیں بلایا ہے کہ کہاں مارے مارے پھر رہے ہو کہاں کہاں وقار انسانی کی دھجیاں بکھیرو گے۔ جبہ سائی کرتے رہو گے اور مایوسیوں کی تاریکیوں میں سر پھوڑتے رہو گے۔ آؤ میری طرف، میں جو ہوں تمہارا اللہ تم میری پوجا کرو میں تمہاری حاجتیں پوری کرونگا۔ یہ کمالِ رحمت ہے یہ انتہاء فضل و کرم ہے یہ بے پناہ شفقت ہے کہ اللہ اپنے دشمنوں کو بلا بلا کر اپنے در رحمت پر لانا چاہتا ہے اور ان کے تمام پاپ دھونا چاہتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ اسکی مخلوق غیر کی بندگی میں گم ہوجائے اور رحمن ورحیم کی مہربانیوں سے محروم رہ جائے!

آپ نے کہا جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اطاعتِ رسول علیہ السلام کا مکمل نمونہ ہے۔ یہ وہ قدسی صفت انسان ہیں جنہوں نے ایمان و اطاعت کا یوں اظہار کیا کہ "یا رسول اللہ! ہماری ہڈیاں اور گوشت بھی آپ پر ایمان لے آئے ہیں" اللہ جل شانہ نے انہیں ایمان کی ہر آزمائش میں اتارا لیکن انہوں نے اطاعتِ رسول سے سرمو بھی اعراض نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ نے خود فرمایا

"میں نے ان کے دلوں کو جانچا مگر وہاں بھی تقویٰ پایا"

آپ نے کہا کہ صحابہ کی جماعت کے ہر فرد جلیل کیلئے اللہ نے حسنِ آخرت کا وعدہ فرمایا۔ اطاعتِ رسول میں انہیں معیار قرار دیا۔ اس جماعت کے ہر فرد پر نبی علیہ السلام نے اعتماد کیا۔ انہیں نجوم ہدایت قرار دیا اور انہیں برا بھلا کہنے والوں کو دین کا دشمن قرار دیا۔ ان کے ایمان ویقین پر خود اللہ اور اس کے رسول گواہ ہیں۔ لیکن کچھ کم ظرف، ستم ظریف، کم علم اور ایمان کی دولت سے تہی دامن اپنے آپ کو اہلِ سنت کہلانے کے باوجود انہیں اپنی تنقید ومطاعن کا نشانہ بناتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے اپنے ایمان کا کوئی گواہ نہیں۔ ایسے نام نہاد اہلِ سنت کو بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرنی چاہیئے اور اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہیئے۔

سید عطاء المحسن بخاری نے کہا کہ سیدنا ابوبکر صدیق سے لیکر سیدنا معاویہ، سیدنا ابوسفیان، سیدنا مروان، سیدنا ولید بن عقبہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ، سیدنا نعمان بن بشیر، سیدنا یزید بن ابی سفیان اور سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ عنہم تک سب کے سب صحابہ آسمانِ نبوت کے درخشندہ ستارے ہیں۔ جن پر نبی علیہ السلام نے اعتماد کیا ہو ان پر حرف گیری کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں؟ صحابہ کرام امت کے محسن ہیں اور سیرتِ نبوی کا مجسم نمونہ ہیں۔ جو لوگ ان میں سے کسی ایک پر بھی تنقید کا دروازہ کھولتے ہیں انہیں نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد نہیں بھولنا چاہیئے کہ "جس نے میرے صحابہ کو برا بھلا کہا اس پر اللہ، رسول، ملائکہ اور لوگوں کی طرف سے لعنت پڑتی ہے"۔

سید عطاء المحسن بخاری نے آخر میں کہا کہ رُشد ہر صحابی کے کردار و عمل سے پھوٹتا ہے۔ اللہ نے سب صحابہ کو راشد قرار دیا ہے اس لئے وہ سب کے سب راشد و عادل اور معیار حق ہیں۔ مشاجراتِ صحابہ میں کسی غیر صحابی کو یہ حق ہی نہیں کہ وہ اسے "حق و باطل" کا معرکہ قرار دیکر ان پر تنقید کا دروازہ کھولے۔ جو لوگ سیدنا معاویہ کو صورتاً باغی، فاسق، فاجر اور ظالم قرار دیتے ہیں۔ ان پر اللہ اور رسول کی لعنتیں برستی ہیں اور یہ تمام گالیاں انہی پر لوٹتی ہیں۔ آپ نے کہا میرا قصور صرف اور صرف یہ ہے کہ میں ناقدین صحابہ کرام پر جارحانہ حملہ کرتا ہوں چاہے ناقد کتنی بڑی نسبتوں اور گدیوں کا بیوپاری کیوں نہ ہو۔ لیکن جب معاندین و ناقدین صحابہ میرے جارحانہ حملوں کی تاب نہیں لاسکتے تو ان کے پاس صرف اور صرف ایک جھوٹ باقی رہ جاتا ہے کہ عطاء المحسن "علماء دیوبند" کو گالیاں دیتا ہے۔ یہی ان کا مبلغِ علم ہے اور یہ جھوٹ شرعی برہمنوں کا غول بیابانی ملک بھر میں پوری ڈھٹائی کے ساتھ بول رہا ہے۔ میں اس کے جواب میں صرف یہی کہتا ہوں کہ میں صحابہ کا غلام ہوں اور اس طرف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانا اور بکواس کا جواب دینا میرا ایمانی فرض ہے۔ اس سے کبھی باز نہیں آسکتا اور تمہارے جھوٹے پروپیگنڈے سے ہم ختم نہیں ہوسکتے۔ تم تیس برس سے جھوٹ بول رہے ہو اور میں تمہارے جھوٹ کے طوفان میں الحمدللہ استقامت کے ساتھ کھڑا ہوں۔ روزِ محشر صحابہ میری سفارش کریں گے اور تمہارے گریبانوں میں ان کا ہاتھ ہو گا۔

بقیہ از صفحہ ۳۲

خرابیاں اس سے کہیں زائد ہیں۔ یہ تذکرہ مغربی جمہوریت کا ہے۔ اسلام نے جو تصور پیش کیا ہے وہ ان سب معائب سے پاک ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات سے روشن ہے۔


مومنین
اہل سنت والجماعت کے لیے
ایک عظیم علمی تحفہ
کتاب

قیمت ۷۵/۰۰ روپے

- جس میں مسائل قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور آثار صحابہؓ سے مدلل
- پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی نماز کی واضح علمی تصویر
- مستند مآخذ، علمی سرمایہ، عام فہم انداز بیان، دلکش ترتیب۔
- اردو خواں حضرات کیلئے مدنی تحفہ، جس کی افادیت مسلمہ ہے۔
- امام ابوحنیفہؒ کی علمی عظمت۔ فلسفیانہ اندازِ استدلال اور سنت سے والہانہ وابستگی کی ایک جھلک۔

ہر اچھے بک سٹال سے یا براہِ راست ہم سے طلب کریں

تالیف: الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ
تقدیم: الشیخ محمد شفیق اسعد

سنی پبلی کیشنز پوسٹ بکس نمبر ۷۶۶ لاہور

واصف رومان
چکڑالہ۔ تلہ گنگ

# قرآن وحدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا مقام و منصب متعین کردیا گیا ہے۔

جناب واصف رومان نے محرم الحرام کے موقع پر چکڑالہ اور تلہ گنگ میں مجلس ذکر حسین کی روداد ہمیں ارسال کی تھی مگر بعض مضامین کی اہمیت کے پیش نظر اسے گزشتہ اشاعت میں شامل نہ کیا جاسکا۔ روداد بہر حال تاخیر سے چھپ رہی ہے۔ مگر قارئین اس کی تازگی سے ضرور لطف اندوز ہوں گے۔ تاخیر پر ہم معذرت خواہ ہیں (ادارہ)

## تلہ گنگ میں سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کا مجلس ذکر حسین سے بصیرت افروز خطاب

محرم الحرام کا مقدس مہینہ آتے ہی حکام بالا شدید ذہنی کوفت اور عوام جان مال اور دینی عقائد کے عدم تحفظ کا شکار نظر آتے ہیں۔ حکومت وقت جو مذہبی فرائض کی انجام دہی سے یکسر غافل اور بے پرواہو کر پورا سال بے فکری سے گزار دیتی ہے۔ محرم کی آمد کے ساتھ ہی بظاہر مشوش و متفکر نظر آنے لگتی ہے۔ اور محرم گزرتے ہی پھر سے عوام کے استحصال اور خزانہ عامرہ کو سمیٹنے میں چار چول چوکس، چوبند اور مستعد ہو جاتی ہے۔ سواد اعظم اہل سنّت و الجماعت ہر سال سرکاری تشدد قدغنوں اور قید و بند کی سراسر ناجائز اور بلا وجہ مصیبتوں کا صید زبوں ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس ہر نازک موقعہ پر ملت اسلامیہ کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے والے سبائی، یہودی ایجنٹ "غم حسین" کی آڑ میں ملک بھر میں تخریب کاری، قتل وغارت گری اور کروڑوں سنی عوام کے مسلمہ دینی عقائد و نظریات کی پامالی اور دلازاری کا باعث بنتے ہیں۔ ارباب اقتدار ایرانی دباؤ اور خود حکومت میں گھسے ہوئے خبیثانِ عجم کی اندرون خانہ سازشوں اور رواداری کے بھونڈے تصوّر کے زیر اثر رافضیوں کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے گریز کرتے ہیں۔ اہلِ سنّت کے جذبات کا خون کر کے اور انہیں محبوس و مقید کر کے زبردستی سبائی جلوس خالص سنی محلّوں سے برآمد کرائے جاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اور شعور (اگر صاحبانِ اقتدار کو نصیب ہو تو) کی آنکھ سے دیکھا جائے تو دنیا کے کسی خطّے میں کوئی ایسا مذہب موجود نہیں ہے۔ جس کی عبادت اپنے عبادت خانوں کی بجائے بازاروں اور سڑکوں پر کی جاتی ہو۔ خمینی آف ہیل (HELL) کے بقول ماتمی جلوس سیاسی قوت کا مظاہرہ ہوتے ہیں۔ اس قوت کے بل بُوتے پر سنیوں پر شیعہ مظالم توڑے جارہے ہیں۔ جو معزالدولہ ایسے تبرائی و رافضی حکمران کی ستم رانیوں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

چکڑالہ ضلع میانوالی کے حالات بیان کرنے کے لئے تمہید طویل ہو گئی۔ لیکن اس کے بغیر ناواقف سنی مسلمانوں کو صورت حال سمجھنے میں شائد مشکل پیش اتی۔ 2 محرم الحرام کو چکڑالہ میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام "یوم فاروق اعظم" کے انعقاد کا اعلان لاؤڈ سپیکر اور اشتہارات کے ذریعہ کر دیا گیا تھا۔ جلسہ سے خصوصی خطاب ابنِ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاً المحسن بخاری مدظلہ کا تھا۔

کسی مومن مسلمان کو سیدنا فاروقِ اعظم کے نام سے کوئی بیر ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اُن سے محبت ہی تو بخشش کا سامان ہے۔ شیعہ کی مسلم دشمنی کھل کر سامنے آئی جب ان کی درخواست پر پروگرام سے چند روز پیشتر

ہی انتظامیہ کے اہلکاروں نے احرار کارکنوں کو جلسہ ختم کرنے کے لئے دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ لیکن احرار سرفروشوں اور اُن کے شیر بیشہ قائد جناب کپتان غلام محمد صاحب نے ہر قیمت پر جلسہ کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ کپتان صاحب نے افسرانِ بالا سے کہا کہ اگر پورے محرم الحرام میں ریڈیو اور ٹی وی کو امام بارہ بنانے پر کوئی پابندی نہیں اور مقامی طور پر کسی شیعہ جلسے کے انعقاد پر کسی ردِ عمل کا مظاہرہ انتظامیہ کی طرف سے سامنے نہیں آیا۔ تو ہمارے پروگرام میں رخنہ کیسے ڈالا جاسکتا ہے۔ جب کہ سیرۃ سیّدنا عمر فاروق کا بیان ہی ہمارا مقصود ہے۔ جب افسران سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو انہوں نے کہا کہ سید عطا المحسن شاہ صاحب پر ضلع میانوالی میں داخلہ پر پابندی ہے۔ لیکن اس کا باقاعدہ ثبوت ان کے پاس نہ تھا۔

شیعوں کو اسسٹنٹ کمشنر میانوالی جو بعض اطلاعات و قرائن کے مطابق شیعہ ہے کی آشیرباد حاصل تھی۔ 2 محرم الحرام کو چکڑالہ اور گردو نواح کی مکمل ناکہ بندی کردی گئی۔ تاکہ شاہ جی مد ظلہ، کسی صورت چکڑالہ میں داخل نہ ہوسکیں۔ ڈپٹی کمشنر، اسسٹنٹ کمشنر اور مجسٹریٹ خود چکڑالہ پہنچے ہوئے تھے۔ ہر نووارد کی تلاشی اور شناخت کے بعد اسے چکڑالہ میں داخل ہونے دیا جاتا۔ مجلس احرار اسلام میلسی کے کارکن حافظ محمد اکرم نعت خوان ملتان سے اکابر کی کیسٹوں، جماعتی کتب اور سٹکرز وغیرہ لئے یہاں پہنچے۔ "برحق معاویہ" کا سٹکر دیکھتے ہی اے، سی نے فرقہ وارانہ کشیدگی کا بہانہ کرکے حافظ صاحب کو گرفتار کرلیا اور تمام لٹریچر ضبط کر لیا۔ تقریباً ایک ہفتے کے بعد میانوالی جیل سے ضمانت پر رہا کیا گیا۔

پنجاب پولیس کی بربریت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ شاہ جی مد ظلہ، نے گجرات سے یہاں پہنچنا تھا۔ راستے میں رکاوٹ کے باعث آپ چکڑالہ تشریف نہ لاسکے۔ لیکن اسی دوران جناب صوفی عبدالرحیم مسکین صاحب آف موسی خیل اپنے صاحبزادے کے ہمراہ تشریف لے آئے۔ پھر مرکزی مبلّغ احرار جناب مولانا محمد مغیرہ صاحب، محمد اشفاق کارکن احرار تلہ گنگ کے ہمراہ جلسہ گاہ پہنچ گئے۔ جس سے کارکنانِ احرار میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جلسہ کا باقاعدہ آغاز حافظ شمس الدین کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ کپتان غلام محمد صاحب نے صوفی عبدالرحیم صاحب نیازی سے کرسیٔ صدارت پر جلوہ افروز ہونے کی استدعا کی اور مولانا محمد مغیرہ نے تقریر کا آغاز کردیا۔ انہوں نے تقریباً چار گھنٹہ تک مسلسل خطاب فرمایا۔ اور انتظامیہ کے مذموم روّیے کی بھرپور مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا پروگرام تعمیری ہے۔ ہم کسی قسم کی تخریبی کاروائی کو ملک و ملّت کے لئے نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ جب شیعہ کو جلسے جلوس کی مکمل آزادی ہے تو مسلمانوں پر ان پابندیوں کا کیا جواز ہے۔ اگر ہم چاہتے تو فساد اور لڑائی کو روکنا کسی کے بس میں نہ ہوتا۔ لیکن ہم نے اپنے عزیز کارکنوں کو کنٹرول کر کے امن و امان کی فضاء کو بحال رکھا۔ جبکہ شیعہ اور شیعہ نواز افسران محاذ آرائی کی دعوت دے رہے تھے۔ ہم حکام کی جانبدارانہ کاروائی کی پر زور مذمت کرتے ہیں۔ انہیں بھی آج احساس ہو گیا ہو گا کہ لالچ دھونس اور قوت کا استعمال احرار کارکنوں کے عزم راسخ کے مقابلے میں ہار چکا ہے انشاءاللہ العزیز بہت جلد قائد تحریک ختم نبوت سید عطاالمحسن بخاری علاقے کا تفصیلی دورہ فرمائیں گے۔ جس کے لئے احرار کارکن ابھی سے تیاری شروع کردیں اجتماع اور انتظامات کے لحاظ سے جلسہ بہت کامیاب رہا۔

رستے کی رکاوٹ کے دُور ہوتے ہی سید عطا المحسن بخاری مدظلہ 3، محرم الحرام کو تلہ گنگ تشریف لائے۔ اور تین روزہ سالانہ مجلسِ ذکر حسین کی مختلف نشستوں سے خطاب فرمایا۔ مجلس کا انعقاد مسجد سیّدنا ابوبکر صدیق کے صحن میں کیا گیا۔ پہلی نشست بعد نمازِ عشاء سے رات گئے تک جاری رہی۔ 4 محرم الحرام کو عشاء کے بعد سوال وجواب کی خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں حضرت شاہ صاحب نے سامعین کے

سوالوں کے جواب دیئے۔

5 محرم الحرام بعد نماز عشاء مجلس ذکرِ حسین کی آخری نشست منعقد ہوئی۔ ان تمام نشستوں میں بنیادی موضوع فضائل و مناقب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے حادثہ کربلا حقائق و تاریخ کی روشنی میں بیان کیا اور رافضی وچکوالی فتنہ کی مکروہ سازشوں اور باطل نظریات کی گرہ کشائی کے ساتھ ساتھ مسلک اہلِ سنّت کے صحیح موقف کی ترجمانی کی۔ عجمی منافقین اور شخصیت پرست سنّی نما رافضی مجاورین کی سر توڑ مخالفتوں کے باوجود مجلسِ ذکرِ حسین پورے تزک و احتشام سے انعقاد پذیر ہوئی۔ جس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ نے خاص طور پر شرکت کی مجلس کی کامیابی سے نام نہاد گدی نشینوں اور مشیخیت کے خود ساختہ ستونوں کے عقل و بصیرت سے عاری اندھے عقیدت مندوں میں کھلبلی مچ گئی۔ اور انہیں آٹے نمک کا بھاؤ اچھی طرح معلوم ہوگیا۔ حیرت ہوتی ہے کہ علم پر اجارہ داری کا دعویٰ وہ لوگ کرتے ہیں۔ جن کا ضمیر سرکاری، قابلیت بے سند، اور جن کی زبان اردو کے محاورے ہی سے ناآشنا ہے۔ کوئی ان کور چشموں سے پوچھے! کہ اے بندگان بے دست و پا! کبھی ماہتاب کے رُوئے انور پر کوئی تھوک سکتا ہے۔ تمہاری یہ سعیٔ بے بنیاد تمہیں تمہارے چہروں پر ہی نہ لوٹ آئے۔ اور پھر اندر کی کالک چہرے کی سیاہی میں اضافہ نہ کردے۔

دیکھو گے برا حالِ صحابہ کے عدو کا
منہ پر ہی گرا جس نے بھی مہتاب پہ تھوکا

محافظِ ازواج واصحاب رسول علیہم السلام، سید عطاء المحسن بخاری نے مختلف نشستوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و منصب پر قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت مدلّل گفتگو فرمائی۔ آپ نے کہا کہ صحابہ کرام کے مقام کا جو تعین قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ وہی امت مسلمہ کے لئے معیار و حجت ہے۔ جبکہ تاریخ انسانی ذہن کی اختراع ہے اور بڑی بے رحم چیز ہے۔ جو قطعاً معیار نہیں، مؤرخ جانبدار ہوتا ہے۔ اور تاریخ نویسی میں اس کی ذاتی خواہشات و افکار کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کو اگر تاریخ کے معیار پر پرکھا جائے گا تو ان کا وہ مقام جو قرآن و حدیث نے متعین کیا ہے سراسر مجروح ہو کر رہ جائے گا۔ صحابہ تاریخ کے معیار سے ماوراء ہیں۔ تاریخ پر انحصار انسانی گمراہی کا پہلا زینہ ہے۔

انہوں نے ناقدین صحابہ کرام پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ سخت گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اور اہلِ سنت کے لبادے میں سبائیوں اور رافضیوں کے موقف کی حمایت کر رہے ہیں۔ انہیں اپنی پوزیشن واضح کرنی چاہیئے کہ وہ ہیں کون؟ اور اُن کی حقیقت کیا ہے؟ کہ وہ یوں بے لگام ہو کر صحابہ کرام کے ایمان، مقام و منصب اور مراتب کی تقسیم و تفریق کر رہے ہیں۔ امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام تنقید سے بالاتر ہیں۔ اور کسی غیر صحابی کو حق ہی نہیں کہ وہ صحابی پر تنقید کرے۔ پھر ناقدین صحابہ کو کس نے جج بنا کر صحابہ کی خطا شماری کا فریضۂ بد اور قبیح کاروبار سونپا ہے؟ یہ بھی کوئی کام ہے کہ اپنے نام کے ساتھ وکیل صحابہ کا مقدس اشتہار لگا کر صحابہ کی خطا شماری کی جائے۔

آپ نے واضح طور پر کہا کہ

یارانِ سرپل! کو اب یہ باور کر ہی لینا چاہیئے کہ وفا کیشان احرار کا جب تک ایک بھی مردِ احرار زندہ ہے۔ جبہ و دستار کی خود ساختہ فضیلتوں کا رعب خاطر میں لائے بغیر عظمت صحابہ کے مقدس علم کو بلند سے بلند تر کرتا رہے گا۔ عجمی مؤرخین اور تقدس کی جھوٹی چادریں اوڑھنے والے نااہل فرزندوں کی "علمیت" اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے وجود مسعود کو بد نہادوں کے اڑائے گئے "تاریخی و کشفی" چھینٹوں سے بچائے رکھنے میں اپنی جان تک لٹا دے گا۔ قلت و کثرت غیرت مندوں کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ بزدل، پست ہمت اور بے ضمیری کے دودھ میں پلے ہوئے بچے ہی اپنی عصمتوں کا سودا کرتے ہیں

مولانا عتیق الرحمن سنبھلی مدظلہ (لندن)

## مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی

## مشرقِ وسطیٰ کے حالات اور اپنی حالت پر ایک نظر

سعودی اور کویتی حکومت نے دنیائے اسلام کے اندر مساجد کی تعمیر مدارس و مکاتب کی آبادی اور اسلام کے نام پر دوسری مختلف سرگرمیوں میں اس قدر روپیہ بہایا ہے کہ ان کے خلاف کوئی سخت بات کہتے ہوئے تامل ہوتا ہے۔ مگر جب جب اور جہاں کہیں روپیہ بہنے کا یہ منظر نظر پڑتا تھا یہ سوچ کر ہمیشہ ہی ڈر لگتا تھا کہ ان دونوں نے امریکہ اور برطانیہ کو جس قدر خطرناک حد تک اپنے یہاں دخیل بلکہ حاوی ہونے کا موقع دے دیا ہے ان کی یہ نیکیاں اس کی روک تھام کی راہ روکتی چلی جارہی ہیں۔ تمام دینی مراکز، اپنی جمعیت اور دینی اشخاص کا جب مرجع یہ حکومتیں بنی ہوئی ہیں تو کون ان کو اس مغربی اثر ورسوخ پر ٹوکے گا اور کوئی ٹوکے گا تو کون اس کی بات پر اس صورت حال میں کان دھرے گا؟ اسے کوتاہ نظری کہہ لیجئے کہ اس سوچ اور ڈر میں کبھی خیال ایسی صورت پیش آنے تک نہیں گیا تھا جیسی صورت اس امریکی برطانوی اثر ورسوخ کے نتیجے میں ان دنوں وہاں رونما ہوئی ہے میرا دل کسی طرح یہ گمان کرنے کو تیار نہیں کہ سعودی حکمران شاہ فہد نے اپنی مرضی اور اختیار سے امریکہ اور برطانیہ کو دعوت دی کہ وہ ان کی مملکت کو عراق سے بچانے کے لئے اپنی فوجیں لے کر آجائیں۔ اس کے بجائے یہ ماننا آسان نظر آتا ہے، اور یہی حقیقت بھی نظر آتی ہے کہ انہوں نے امریکہ اور برطانیہ خاص کر امریکہ پر انحصار کرتے کرتے اپنے آپ کو اس پوزیشن میں نہیں چھوڑا تھا کہ کسی وقت امریکہ اگر ان سے کوئی بات منوانے کا تہیہ کر لے تو پھر وہ اس کی مزاحمت کر سکیں۔

چنانچہ اس موقع پر یہی ہوا ہے۔ جس کسی نے بھی ٹی وی پر شاہ فہد کو اپنا وہ بیان پڑھتے ہوئے دیکھا ہو گا جس میں وہ امریکی فوجیں اترنے کے دوسرے دن کہہ رہے تھے کہ یہ فوجیں ہماری دعوت پر آئی ہیں تو اس وقت نہ ان کی آنکھ اٹھ رہی تھی نہ آواز نکل رہی تھی۔

سچ بات یہ ہے کہ ہمیں ان سے انتہائی ہمدردی ہے انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنی دینی فیاضیوں کے ساتھ ساتھ کس سیاسی راہ پر جا رہے ہیں اور بات کہاں پہنچے گی اور اس لئے وہ ایک مسلمان ہی کی طرح غمگین اور شرمندہ ہوئے ہوں گے جب انہیں یہ ناکردنی بات کرنا پڑی ہو گی کہ ایک دینی رنگ کی حکومت کے سربراہ ہوتے ہوئے اور خادم الحرمین الشریفین کا لقب رکھتے ہوئے وہ اس جزیرۂ عرب میں امریکی اور برطانوی افواج کی میزبانی کے لئے مجبور ہو رہے ہیں جس کے لئے اس جزیرے کے حقیقی اور ابدی شاہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخری اور قطعی حکم فرما کر گئے تھے کہ

اَخرِجُو الیَہُودَ وَالنَّصَارٰی مِن جَزِیرَۃِ العَرب

(جزیرہ عرب و یہود و نصاریٰ سے بالکل پاک کر دینا)

ہو سکتا ہے شاہ فہد کو اپنی اس "مجبوری" میں کوئی جواز (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالی کے باوجود) یہودی و نصرانی افواج کی میزبانی کا نظر آتا ہو۔ مگر اپنے ہمدردانہ نقطۂ نظر کے باوجود موجودہ نوعیت کی مجبوری تو دور کنار اگر عراق نے سعودی عرب پر حملہ بھی کر دیا ہوتا یا یہ کہ حملے کا خطرہ بھی ہوتا تب بھی ان افواج کی دعوت کو کوئی جواز تلاش کرنے کی چیز نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالی کے بعد کوئی مجبوری نہیں ہے جو اس کا جواز پیدا کر کے دے سکتی ہو۔ اور وہ ارشاد تو ارشاد عالی ہے پادشاہت کو یا خادم الحرمین کو بھی یہ بات زیب کہاں دیتی ہے کہ اپنے وجود یا اپنے شرف کی حفاظت کے لئے غیر کی دریوزہ گری کی جائے۔

پادشاہت اور وہ بھی اسلامی پادشاہت اس کے تیور تو کچھ یوں سنے گئے ہیں۔

خریدیں نہ جس کو ہم اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی

مرا از شکستن چناں عار ناید
کہ از دیگراں خواستن مومیائی

بہرحال یہ گمان کرنے کے باوجود کہ سعودی خاندان نے اپنی آزادانہ مرضی اور خوشی سے یہ کام نہیں کیا ہو گا یہ حادثہ سقوط بیت المقدس سے کم نہیں ہے اور اسے خاموشی کے ساتھ

برداشت کر لیا جانا ممکن نہیں پس چہ باید کرد؟ پس ہونا کیا چاہیئے یہ وہ سوال ہے کہ جو کمر توڑ دیتا ہے عالم اسلام میں کون بچا ہے جو امریکہ یا سعودی عرب کا ممنون احسان نہیں ہے۔ آواز کہاں سے اٹھے گی؟ دنیائے اسلام کے حکمران تقریباً متفق ہو رہے ہیں کہ حقیقی علامتی شکل میں امریکہ کے ساتھ اپنی شرکت قبول کر کے یہودیت اور نصرانیت کے اعتراض کو ہلکا کیا جائے۔ سیاسی حکمرانوں کے بعد مذہبی حکمران رہ جاتے تھے۔ یعنی علماء دینی قائدین دینی جماعتیں دینی مراکز ان میں سے ایک طبقے کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے جو بری طرح سعودی اور کویتی حکومت اور شیوخ کے احسانات سے دبا ہوا ہے۔ ایک طبقہ اپنے مذہبی اختلاف کی بناء پر بحیثیت مجموعی اس زمرے سے خارج تھا۔ وہ آواز اٹھانے کے لئے کچھ اٹھتا نظر آ رہا ہے۔ مگر افسوس ان میں کوئی یہ سوچنے والا نہیں کہ یہ اپنے خاص مذہبی بخار کے ساتھ حرکت میں آنے کا موقع نہیں ہے۔ بے شک بخار نکالنے کا بہت ہی اچھا موقع ہے لیکن یہ اس موقع کا بہت ہی برا اور نامبارک استعمال ہوگا۔

کچھ دوستوں کو شکایت ہوگی کہ میں نے صدام حسین کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ تو واقعہ یہ ہے کہ موجودہ صورتحال میں جبکہ فریق ثانی خلیجی ریاستوں کے بجائے امریکہ اور برطانیہ بن گئے ہیں، صدام حسین سے یہ کہنے کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی کہ اس نے کویت پر حملہ اور قبضہ کرنے کی غلطی کی تھی۔ اس کا ازالہ کر کے عالمِ اسلام پر سے امریکی اور برطانوی بلا کو ٹال دے۔ ایسا کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ صدام حسین امریکہ اور برطانیہ کی ناجائز مداخلت کے آگے گھٹنے ٹیک دیں۔ اور اس طرح اس کا جواز تسلیم کر لیں۔ میں چاہوں گا صدام حسین تباہ ہو جائیں مگر اس کا جواز تسلیم نہ کریں۔ اور یہی میری دعا ہے۔ کویت بہت چھوٹا مسئلہ ہے۔ بڑے مسئلے کے بعد ہی اس کی طرف توجہ کی جا سکتی ہے۔

# چک والی فتنہ کے جواب میں

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت شمارہ جون 1990ء میں ناقدین صحابہ کرام کے جدید فرقے "چک والی فتنہ" کے جواب میں محققِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین (درویش) کا ایک وقیع علمی مقالہ شائع ہوا تھا۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے دفاع کے ساتھ ساتھ چک والی فتنہ کے مدار الہام کی خوب خبر لی گئی تھی۔ لیکن گزشتہ کچھ ماہ سے بانی فرقہ قاضی مظہر چک والی صاحب کی طبیعت پھر ناساز ہے۔ اور انہوں نے اپنے فرقہ کے ترجمان ——— "حق چار یار" ——— میں قسط وار جمائیاں اور انگڑائیاں لینی شروع کی ہیں۔ اور اس گھاس پھوس کے مجموعے کو قاضی شمس الدین صاحب مدظلہ کا جواب تصور کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ چک والی صاحب نہ تو کسی حوالہ کو رد کر سکے۔ اور نہ کوئی معقول دلیل قائم کر سکے کہ عقل خدا داد چیز ہوتی ہے۔ قارئین خبردار رہیں، جونہی "چک والی جگالی" ۔ آخری ہچکی لے گی، قاضی شمس الدین صاحب مدظلہ کا مدلل جواب نقیب ختم نبوت میں شائع کیا جائے گا۔ (ادارہ)

مکتوب برطانیہ
سید خالد مسعود گیلانی
انچارج احرارِ ختم نبوت مشن۔ یو کے
خطیب:۔ جامع مسجد اپر جارج (ہڈر سفیلڈ)

# اسلام مکمل ضابطہ حیات اور تاقیامت مشعل راہ ہے

## احادیث کے انکاری بالفاظ دیگر قرآن کے بھی انکار کے مرتکب ہو رہے ہیں

## خلیج کے بحران نے مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

## شیفیلڈ میں توحید و سنت کانفرنس سے علماء کرام کا خطاب۔ ۷ قرار دادیں منظور

خلیج کے مسئلہ میں برطانیہ کے مسلمان تقسیم کا شکار ہیں۔ بعض حلقے صدام حسین کے سخت مخالف ہیں۔ اور بعض سعودی حکومت کے امریکی افواج کو بلانے پر برہم ہیں۔ یہاں کے ذرائع ابلاغ مکمل طور پر صدام حسین کے خلاف ذہن سازی میں مصروف ہیں۔ صدام کو پوری دنیا کے لئے خطرہ سمجھ رہے ہیں۔ پہلے اسے اس دور کا "ہٹلر" کہا گیا۔ پھر کہا کہ "ناصر" ہے۔ پھر ایک روز ٹی وی کے تبصرہ نگار نے اسے "صلاح الدین ایوبی" بننے کی ناکام کوشش کہا۔

اکثر پیر کے روز (PANORAMA) پروگرام یا دیگر خلیج سے متعلقہ پروگرام دیکھنے کے بعد اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ عسکری اعتبار سے مسلمانوں میں عراق سپر پاور ہے۔ اس دور کی عظیم جنگجو فوج جدید ترین اسلحہ صرف عراق کے پاس ہے۔ کفار بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عراق سے جنگ کرنے کے لئے ان کی تیاری میں چھ ماہ لگیں گے۔ 6 ماہ میں فوج اور اسلحہ اس مقدار میں وہاں پہنچ سکے گا جس سے صدام حسین کی افواج کا مقابلہ کیا جاسکے اس سے قبل جنگ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی حماقت ہوگی۔

چند روز قبل جو خبر ٹی۔ وی نے دی کہ امریکہ کے علاوہ جو خطیر رقم سعودیہ اور کویت کے حکمرانوں سے یورپین افواج کے خرچہ کے لئے دی ہے اس کی تقسیم کا طریقِ کار طے کرنا باقی ہے۔ گویا ابھی تقسیم کی فکر لاحق ہے۔ یا یہ طے کرنا باقی ہے کہ اس رقم کو یورپین کس طرح بانٹیں گے۔ ایک طبقہ سعودیہ سے اپنی پرانی عداوت کا بدلہ چکانے کے لئے بھرپور مخالفت کررہا ہے ان کے نزدیک امریکہ سے زیادہ سعودی حکمران مجرم ہیں۔ دوسرا طبقہ امریکہ کی افواج کے نکلنے سے قبل کویت سے صدام حسین کے نکلنے کا مطالبہ کررہا ہے۔ حقیقت حال سے ہم بے خبر ہیں۔ "خالف الیهود والنصاریٰ"۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرج الیهود و النصاریٰ مِن جزائرالعرب۔۔۔ کے سلسلہ میں ہیں۔ آج عالمِ اسلام کی بے بسی ہے کہ مسلمان مقابلہ کی سکت نہیں رکھتا۔ 38 ہزار صرف تمام مسلم ممالک کی فوج اور ایک لاکھ سے زائد کفار کی فوج۔ اگر خدانخواستہ صدام کو شکست ہوگئی۔ تو یہ "ایسٹ انڈیا کمپنی" کی تجارت کے نام پر ہندوستان میں داخل ہو کر دو سو سال غلام رکھنے کے بعد ساری دولت لوٹنے والے کیا مسلمانوں کی جان و مال و عزت و آبرو چھوڑیں گے؟ یہاں عورتیں، شراب، بائبل لاکھوں کی تعداد میں جارہی ہے۔ یہ اخبارات کی خبریں ہیں مستقبل کیا ہوگا؟

صدام حسین کی دشمنی میں یہود و نصاریٰ کی نفرت ختم ہو گئی، دولت، ملک ہر چیز کی آزادی دے دی۔ انگریز عورت اور شراب کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ ان کی عورت نے شہزادوں کے حرم سجا کر ہسپانیہ ہم سے چھینا۔ عثمانیہ خلافت کے ٹکڑے کیئے۔

عراق کے لئے لاکھ سے زیادہ افراد نے رضاکارانہ بھرتی ہونے کا اعلان کیا نام لکھوائے سعودیہ کے لئے صورت حال صرف کفار کی فوج پر ختم ہو گئی۔

گزشتہ اتوار 16 ستمبر شیفیلڈ کانفرنس (توحید و سنت) سے 20 منٹ گفتگو کا موقع ملا۔ یہی نقشہ پیش کیا۔ اسلامی تحریکوں میں سعودیہ کی مالی امداد، افغانستان میں مجاہدین کی مدد، پاکستان کی عسکری قوت کے لئے سرمایہ سعودیہ نے دیا۔ بنگلہ دیش کی 7 بٹالین فوج کے لئے خرچ سعودیہ سے شہید ضیاءالحق نے لیکر دیا۔ مگر ایرانی وحشیوں کی یلغار سے سعودیہ کا تحفظ عراق کے صدام حسین کی افواج نے 8 سالہ جنگ سے کیا۔ آج یہ سنّیوں کا ہیرو! دشمن کے اشارہ پر معتوب ہوگیا۔ کویت پر قبضہ سے قبل امریکہ کے بحری جہاز خلیج میں پہنچ چکے تھے۔

کل کا مجاہد اعظم آج کا دشمن اعظم ہے۔ تاریخ نے نامور "ہیرو" کا یہی انجام لکھا ہے تاریخ ہم نے پڑھی سچ جانا، صدام کو دیکھا، سنا، غلط جانا کیا ہے ہماری فراست اور کیا ہے سوچ۔

مسلمانوں کی دولت مسلمانوں کے خلاف، مسلمانوں کی فوج مسلمانوں کے خلاف، انجام--- نہ دولت رہے گی نہ فوج، دشمن کا حربہ کامیاب ہوگا۔ اب اللہ پاک اپنی غیبی قوت سے ہی مسلمانوں کی مدد فرمائے ہم نے تباہی کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

جذبہ جہاد ہم سے چھن گیا، ذوق شہادت نہ رہا، دولت نے بدمست کردیا، اپنے آپ کو جہاد کے لئے تیار کرو۔ یہود و نصاریٰ اللہ کے، رسول کے، مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ دشمن کو پہچانو! دشمن کو دشمن کہو۔ دشمن سے نفرت کرو۔ کفر اسلام کو مٹانے کا فیصلہ کئے

ہوئے ہے۔ پانچویں توحید و سنت کانفرنس میں اسکاٹ لینڈ کے علاوہ برمنگھم، والسال، ڈربی، نوٹنگھم، لندن، بریڈ فورڈ، لیڈز، ڈنکاسٹر، ہڈرسفیلڈ، ویکفیلڈ، راچڈیل، برنلے، آسٹن انڈر لین، لیسٹر، نیلسن، بلیک برن اور دیگر شہروں سے سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ کانفرنس میں قافلوں کی آمد پر فضا نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر۔ شان رسالت زندہ باد۔ ختم نبوت زندہ باد۔ شان صحابہ زندہ باد۔ توحید و سنت کانفرنس زندہ باد سے گونج اٹھی کانفرنس کے پہلے اجلاس کی کارروائی کا آغاز حافظ عبدالحمید ربانی مدرس مدرسہ تعلیم القرآن مسجد عمر والفورڈ روڈ برمنگھم کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت مرکزی امیر مولانا احمد موسیٰ پانڈور کی آنکھوں کے آپریشن کے باعث عدم شرکت پر مرکزی خزانچی مولانا فتح محمد لبر نے کی۔ سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرشید ربانی نے اپنے استقبالیہ خطبہ میں کہا کہ لوگوں کی توحید و سنت کانفرنس میں شرکت جمعیت کے مقاصد سے لگاؤ کی اپنی نظیر آپ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایک دن کے انتہائی قلیل وقت میں کسی بھی مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ بات نہیں کر سکتے تاہم مختلف فتنوں کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اس فریضہ کی ادائیگی میں کوئی سستی نہیں برتی جا رہی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سیکرٹری نشرواشاعت قاری تصور الحق نے انجام دیئے جب کہ ان کی معاونت آل جموں و کشمیر جمعیت علمائے اسلام کے صدر مولانا محمد اسلم زاہد جمعیت کے شعبہ عربی کے انچارج قاری محمد اسماعیل رشید خطیب انڈسٹری روڈ مسجد حافظ اعجاز احمد نے کی خطیب اسلامک سینٹر اپٹن پارک وزون لندن جمعیت کے نگران قاری عبدالرشید رحمانی نے اپنے خطاب میں کہا کہ امام الانبیاء کے ذریعہ منصۂ شہود پر آنے والا دین غلبہ کے لئے آیا تھا۔ لہذا یہ بات وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ وہ وقت دور نہیں کہ یہ دین عملی نفاذ کے لحاظ سے بالآخر غالب ہو کر رہے گا لیکن صرف اس جذبہ شہادت کی ضرورت ہے جو قرن اول کی خصوصی علامت تھا۔ خطیب اسلامک کلچرل سوسائٹی والسال و مرکزی رہنما جمعیت قاری حق نواز حقانی نے کہا کہ صحابہؓ کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی جماعت قرار دے کر ہر اس زبان پر مہر خاموشی لگا دی ہے جو صحابہؓ کی شان میں گستاخی کی مرتکب ہو سکتی تھی لہذا جو لوگ صحابہؓ کے سلسلہ میں زبان درازی کرتے ہیں یا جو لوگ گستاخانِ صحابہؓ کو اپنا ہم نوا بناتے ہیں وہ خدا سے کھلی جنگ کا اعلان کر رہے ہیں۔ قاری تصور الحق نے کہا کہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ اپنے حقیقی کامیابی کے ٹھکانہ آخرت کے حصول کے لئے مسلمانوں کے پاس فرصت میسر نہیں جب کہ دھوکہ پر مبنی دنیاوی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے اپنا ہر کچھ داؤ پر لگا رکھا ہے نیز مادی ترقی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے چکر میں اپنی نئی نسل کو بھی تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ خطیب جامع مسجد فاروق اعظمؓ برنلے مولانا قاری محمد عمران جہانگیری نے کہا کہ اکبر الہ آبادی نے عیسائی طاقت سے متاثر ہو کر جس مایوسی کا اظہار کیا تھا آج اسی عیسائی طاقت کے ملک میں توحید کے ترانوں کو سن کر اپنی مایوسی کو امید میں تبدیل پاتا اور وہ لوگ جنہوں نے برصغیر میں تقریبا دو صدیوں تک عقیدہ توحید کو ختم کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی انہی کے دیس میں اللہ کی وحدانیت کا چرچا گھر گھر ہونے کا نقشہ نظر آ رہا ہے۔ اس اجلاس میں مشہور شاعر عطا

محمد عنبر نے بھی اپنا کلام پیش کیا۔ کانفرنس کے دوسرے اجلاس کی کارروائی کا آغاز نماز اور کھانے کے وقفہ کے بعد حافظ سید فیض الحسن مدرس مدرسہ قاسم العلوم برمنگھم اور حافظ عبدالحمید ربانی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اجلاس کی صدارت مرکزی نائب امیر مولانا عبیدالرحمان نے کی اور مہمان خصوصی سابق صدر جمعیت علمائے برطانیہ مولانا علامہ خالد محمود تھے۔ خطیب جامع مسجد ہو کمر لیڈز روڈ بریڈ فورڈ مولانا محمد نعیم سواتی نے اپنے خطاب میں کہا کہ توحید ایمان اور دین کی روح ہے اور اس کے چھن جانے سے مسلمان کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہتا لہٰذا کامیابی کا راز شرک کی آلودگیوں سے بچتے ہوئے اللہ کی ذات، صفات اور افعال میں کسی کو شریک ٹھہرائے بغیر عقائد کی اصلاح میں ہے۔

خطیب اسلامک سینٹر لیڈز مولانا محمد عرفان غوری نے کہا کہ خدا نے خاتم الانبیاء کے آخری حج کے موقع پر یہ اعلان فرما کر دین مکمل ہو چکا ہے ہر ایرے غیرے کو یہ حق نہیں بخشا کہ وہ اپنی صوابدید پر دین میں تغیر و تبدل کرے انہوں نے کہا کہ ہمارے پیغمبر کا دین کسی علاقہ شہر کے لئے نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لئے قیامت تک کامل و مکمل ہو کر آیا ہے۔ کانفرنس میں آل جموں و کشمیر جمعیت علمائے اسلام کے رہنما و مدرس مدرسہ قاسم العلوم برمنگھم مولانا طارق عزیز خطیب مدرسہ حنفیہ تعلیم الاسلام ڈربی مولانا محمد اقبال جمعیت کے شعبہ عربی کے انچارج قاری محمد اسماعیل رشید نے قرار دادیں پیش کیں جن کی تائید میں خطیب فائیو اسلامک سینٹر کر کاڈی اسکاٹ لینڈ قاری محمد شریف صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم برمنگھم مولانا محمد قاسم مدرس شعبہ حفظ و صدر آل جموں و کشمیر جمعیت علمائے اسلام مڈلینڈ مولانا حافظ ارشد محمود نے اپنے جامع خطاب میں پرزور تائید کی۔ قاری تصور الحق نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر میں بھارتی حکومت کے فوجی آلہ کاروں کے ہاتھوں مسلمانوں کا بہنے والا خون رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ جس خون سے کشمیر کے دریاؤں کا رنگ سرخ کیا جا رہا ہے وہ وقت قریب ہے کہ بھارتی درندوں کو اس بے گناہ خون کے ایک ایک قطرے کا حساب دینا ہو گا انہوں نے کہا کہ اہل کشمیر نے آزادی کے لئے جس آگ کو جلایا تھا اس کی تپش الحمدللہ پوری دنیا میں محسوس ہونے لگی ہے لہٰذا تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مظلوم کشمیریوں کی بھرپور مدد کریں چنانچہ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ ۲۰ ستمبر سے پاکستان آزاد کشمیر کے آٹھ ہفتہ کے دورہ کے دوران پاکستان آزاد کشمیر افغان مجاہدین کی مقتدر شخصیات سے ملاقاتوں کے بعد برطانیہ میں آل جموں و کشمیر جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام نہ صرف ایک عالمی کانفرنس بلکہ شہر شہر آزادی کی حمایت کے حصول کے لئے پروگرام کریں گے۔

مولانا عبدالرشید ربانی نے فتنۂ انکار حدیث پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کے قرآن ہونے کا علم بھی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے نتیجہ میں ہے لہٰذا جو لوگ حدیث کے ذخیرہ کا انکار کر رہے ہیں وہ دوسرے لفظوں میں قرآن کا بھی انکار کرتے ہوئے دین اسلام کے انکار کے مرتکب ہو رہے ہیں لہٰذا ایسے لوگوں کا [illegible] کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے کہا کہ حدیث اسی طرح حجت تشریع ہے بلکہ اگر کوئی شخص فیصلہ رسولؐ کے بعد کوئی ذرا بھی شک بھی اپنے ذہن میں رکھتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے کانفرنس میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے پیش نظر ملک کے مختلف شہروں میں ہفتہ اور اتوار کو نوجوانوں کے لئے تربیتی کیمپوں کے انعقاد کا اعلان کیا گیا تاکہ اس ذریعہ سے نہ صرف تربیتی کیمپوں میں شریک ہونے والوں کو سازشوں کے بچھائے ہوئے جال سے محفوظ رکھا جا سکے بلکہ دوسرے نوجوانوں تک بھی ان تربیت یافتہ نوجوانوں کے ذریعہ مؤثر دعوت پہنچائی جا سکے۔ نیز کانفرنس نے مسلمان والدین سے اپیل کی کہ جہاں مالی بحران کی وجہ سے مساجد و مدارس کا قیام مشکل ہو رہا ہو وہاں کرایہ کی جگہ یا کسی ساتھی کے مکان میں جز وقتی مدرسہ کو عملی شکل دیں اور اس سلسلہ میں درکار سرپرستی کے لئے جمعیت کو پیش پیش پائیں گے۔ کانفرنس کے اس اجلاس میں محمد لقمان مغل جسٹس آف پیس برمنگھم نے شان رسالتؐ میں اپنا ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ کانفرنس کے مہمان خصوصی جمعیت علمائے برطانیہ کے سابق صدر، و صدر جمعیت علمائے اسلام صوبہ پنجاب علامہ خالد محمود نے اپنے خطاب میں کہا کہ اسلام اصولی لحاظ سے ۹ ذوالحج ۱۰ھ عرفہ کے دن مکمل ہو گیا تھا لہٰذا عقیدہ امامت کے پیروکار اس سے انحراف کر کے دین کے مکمل نہ ہونے کا مرتکب ٹھہرے کیونکہ آیت الیوم اکملت کو ۹ ذوالحج کے بعد اپنے عقیدہ امامت کی دلیل میں دوبارہ نزول کے دعویدار ہیں۔ لہٰذا اس کھلے فرق کی بنیاد پر یہ بات کہنے میں کوئی مانع نہیں کہ ان کا اہل سنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں اور جو لوگ شیعہ سنی کو ایک بتا رہے ہیں وہ دراصل یا تو اہل سنت کے عقیدہ سے واقف نہیں یا دانستہ اہل سنت والجماعت کی دشمنی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ علامہ خالد محمود نے کہا کہ دین اسلام خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم پر مکمل ہوا صحابہؓ نے اس کو جگہ دی آئمہ نے اس کی تدوین کی محدثین عظام نے تحفظ کا فریضہ سرانجام دیا اور متکلمین نے عقل سے تائید کی اور تبلیغ کا فریضہ ہم انجام دے رہے ہیں۔ گویا یوں ہمارا عقیدہ چودہ صدیوں کا امین ہے اور الحمدللہ خادمین علماء دیوبند نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے قربانیاں پیش کر کے آج عظمت صحابہؓ کے لئے بھی میدان میں کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں اور ہم ان کی آخری امت ہیں لہٰذا یہ بات میں کھلے لفظوں میں کہہ رہا ہوں کہ دین اسلام کی بقاء ہمارے ہی ذریعہ ہے اور اگر ہم ختم ہوئے تو سارے جہاں کو لے کر ڈوبیں گے اور یہ گھڑی قیامت کی گھڑی ہوگی کیونکہ دین اسلام کا احیاء اسی امت آخر کے ذمہ ہے لہٰذا یہودی یا عیسائی طاقتیں مسلمانوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی انہوں نے کہا کہ تیل کے کنوؤں پر پہلے ہی غیر مسلموں کا قبضہ تھا اور اب ان ہی کی حفاظت کے لئے ان کی فوجیں آ پہنچی ہیں اور ان کا حرمین شریفین کے تحفظ سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا جو لوگ ان فوجوں کی آمد کو مکہ اور مدینہ کے تحفظ سے منسلک کر کے ان کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں اور امریکی صدر بش کو خادم حرمین بتا رہے ہیں وہ دراصل مکہ و مدینہ کی توہین کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ان پر مرتد ہونے کا فتویٰ لگتا (جب کہ مرتد کی

# زبانِ خلق

جناب من زید مجدکم !!

سلام مسنون۔ ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت کے تین شمارے بابت ماہ جون، جولائی اور اگست ایک ہی پیکٹ میں موصول ہوئے۔ یاد آوری اور کرم فرمائی کے لئے میں آپ کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں۔ ابھی صرف چکوالی فتنہ ہی دیکھ سکا ہوں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ میں نے ماہنامہ "حق چار یار" میں قاضی مظہر حسین صاحب کا وہ مضمون پڑھا ہے۔ جو مولانا شمس الدین درویش اور آپ کے خلاف لکھا ہے۔ سبِّ صحابہ کرام کی پہلی سیڑھی یزید کے خلاف بکواس اور اس کی نامزدگی کو بہانہ بنا کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بولنا اور لکھنا ہے۔ اس کے بعد حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ اور پھر جنگ جمل اور جنگ صفین میں شامل ہونے والے اکابر پر زبانیں کھل جاتی ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر، مغیرہ ابن شعبہ، ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہم السابقون الاولون میں سے حضرات زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہم زیر عتاب آجاتے ہیں۔ اس کے بعد باقی صحابہ کی باری آجاتی ہے۔ اس لئے یزید اور سیدنا معاویہ کے بارے میں احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ سیّدنا معاویہ تو صحابی ہونے کی بنا پر "کلھم عدول" کے زمرے میں آتے ہیں۔ بڑے بڑے محدثین کسی صحابی پر جرح و تعدیل کی جرأت نہیں کرتے۔ قاضی مظہر حسین اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کس طرح صحابہ پر جرح کر لیتے ہیں؟ میں بھی انشاءاللہ کوئی اچھا سا مضمون جلد ہی ارسال خدمت کروں گا۔

زیادہ آداب۔ والسلام

مرید اخلاص سرشت

پروفیسر محمد اسلم (چیئرمین شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور)

مدیر محترم۔ السلام علیکم!

نقیب ختم نبوت نے اعتدال و انصاف پسندی کے ساتھ اسلام کے باوفا کرداروں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے دفاع میں "چکوالی فتنہ" کی نقاب کشائی کی ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اہل سنت کے لبادے میں چھپے ہوئے مفاد پرستوں کو جب تک بے نقاب نہیں کیا جائے گا۔ اس سرزمین پر دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کی جد و جہد روایتی حادثات سے محفوظ نہیں رہ سکے گی۔ اسلام کے دور ثانی میں جن لوگوں نے بے پناہ مشکلات کا سامنا کر کے خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ اور سچے موقف کو عالمی بالادستی سے ہمکنار کیا اور جن کے کردار کی عظمت و جلالت کے سامنے صدیوں پرانی مادی قوتیں "ھباءً منثورہ" ہو گئیں۔ وہ صرف اور صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت تھی۔۔ آج تاریخ کے عجمی سوداگروں نے انہی معیاری کرداروں کو متنازعہ بنانے کے لئے جو مہم چلا رکھی ہے اس کے مضمرات کو آپ سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ عصر حاضر میں کوئی شخص چاہے کتنا ہی محترم اور باوقار کیوں نہ نظر آتا ہو لیکن نجوم آسمان نبوت اصحاب رسول علیہم الرضوان کی روشنی کردار اور عزت و وقار کے مقابلہ میں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

ہم آپ کے اس قلمی جہاد کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں جبکہ اس موضوع پر لب کشائی کرنا انگاروں کو مٹھی میں لینے کے مترادف ہے۔ آپ نے سیدنا معاویہ اور ان کے اعوان و انصار سیدنا علی اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی عفت و توقیر کی حفاظت کے لئے جس جرات مندی کا مظاہرہ کیا ہے یہ آپ ہی کا

حصہ ہے۔ خداوند لم یزل آپ کا حامی و ناصر ہو (آمین)
والسلام: محمد اشرف علی۔ مرکزی سیکریٹری اطلاعات
عالمی مجلس تحفظ حقوق اہل سنت و جماعت

محترم سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ
السلام علیکم! "نقیب ختم نبوت" اور "الفرقان" کے مطالعہ سے ایمان کو بڑی تقویت ملتی ہے۔ مشرق وسطیٰ کے بحران نے راتوں کی نیند اڑا دی ہے۔ استغفراللہ! شاہ فہد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی کی کھلم کھلا نافرمانی کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ کے ناپاک جسموں کو ارض مقدس پہ آنے کی دعوت دی ہے۔ اس پہ غضب یہ کہ پورے عالم اسلام پہ سناٹا طاری ہے۔ اس وقت معاملہ صدام اور مغربی قوتوں کے درمیان ہے۔ یہاں برطانیہ کے مسلمانوں میں اس مسئلہ پر شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ پورے برطانیہ سے صرف ایک حق کی آواز بلند ہوئی ہے۔ میری مراد مولانا عتیق الرحمن سنبھلی ہیں۔

اس مرتبہ عالمی ختم نبوت کانفرنس بریڈ فورڈ میں منعقد ہوئی۔ الحمدللہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کی خدمت میں کچھ لحات گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت کے ہاں زیادہ وقت آپ کا ذکر خیر ہوتا رہا۔ کانفرنس "باوا صاحب" کی کراستوں کے طفیل پھیکی اور قدرے غیر مؤثر رہی۔ گلاسکو کے احباب خیریت سے ہیں۔ برادر گرامی ڈاکٹر خالد صاحب اور مولانا سنبھلی سلام کہتے ہیں۔ والسلام: ڈاکٹر عبیدالرؤف (روتھر ہیم۔ برطانیہ)

محترمی شاہ صاحب!
السلام علیکم۔ بہت دن سے آپ کا مقروض چلا آ رہا ہوں۔ اور مزید احسان یہ کہ یاددہانی نہ فرمائی۔ آج توفیق ہوئی ہے تو شکر گزار ہوتا ہوں کہ آپ کافی دن سے اپنے ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" سے نوازا رہے ہیں۔ زبان تو آپ کی میراث ہونی ہی چاہیئے تھی۔ قلم پتہ نہیں آپ کو کہاں سے اس قدر رواں اور شگفتہ ملا ہے کہ موضوع تحریر سے کوئی دلچسپی نہ بھی ہو تب بھی آدمی تحریر سے لطف اندوز ہو جائے۔ سچ مچ "باغ و بہار" والی بات ہے۔ اللہ اسے قائم رکھے (آمین)
والسلام: آپ کا مخلص: عتیق الرحمن سنبھلی (لندن)

عزیز گرامی قدرہ وزید مجدہ!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
خلد آشیانی حافظ محمد یوسف سیال کی افسوس ناک مفارقت کے سلسلہ میں بندہ کا تعزیتی پیغام ڈاک سے بروقت مل چکا ہوگا۔ گاہ بگاہ ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔ ماسوا ئے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

بندہ کا ارادہ تھا کہ بہاول پور ڈویژن کے فعال احرار کارکنان اور مرکزی رہنمایان احرار کی خدمت میں علیحدہ علیحدہ تعزیت نامجات ارسال کروں۔ کہ اگلی رات عزیز مرحوم اور اس سے قبل داغ مفارقت دے جانے والے جماعتی اور خاندانی عزیزوں کی یاد نے پوری شب بے چینی کی نذر کر دی۔ تعزیت نامجات کے بارے میں سوچتا رہا۔ بالآخر اس شعر پر تان ٹوٹ گئی:-

جواناں مرگ کی یوسف کی کروں، کس کس سے تعزیت
سچ پوچھو، تعزیت کا میں خود ہی مستحق ہوں

میرے اپنے نوعمر پوتے جمیل الرحمان مرحوم کی بے وقت رحلت کا زخم ابھی تازہ تھا۔ کہ عزیزی حافظ یوسف مرحوم کی وفات کی خبر نے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ احرار کی صفوں میں کافی عرصہ قبل بچھڑنے والے ایک جیالے مخلص نوجوان منوّر غوری خلد آشیانی بار بار یاد آئے

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مرحوم یوسف سیال کے والدین۔ برادران۔ ہمشیرگان اور آپ کی نامعلوم کیا کیفیت ہوگی۔ تصور ہی سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ سبکو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین۔ والسلام مع الاکرام خاکپائے احرار
بندہ محمد حسن چغتائی عفی عنہ از مکہ مکرمہ

1۔ خط بنام سید محمد ارشد بخاری (ایڈووکیٹ) احمد پور شرقیہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي

# جامع مسجدِ ختمِ نبوت

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

فون: ۷۲۸۱۳

زیرِ اہتمام: تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

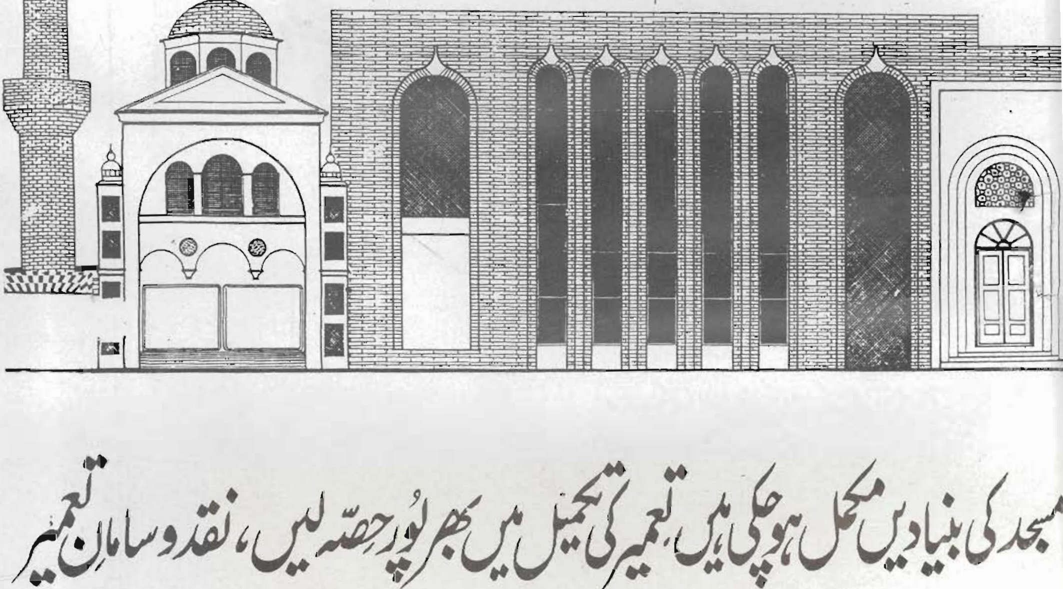

مسجد کی بنیادیں مکمل ہو چکی ہیں، تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیں، نقد و سامانِ تعمیر

دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں — ترسیلِ زر کیلئے:

منتظم و متولی ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری' دارِ بنی ہاشم — ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی، ملتان

MONTHLY
Ph :72813
NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWAT
Regd. No L. 8755
MULTAN
Vol No-1
No. 11

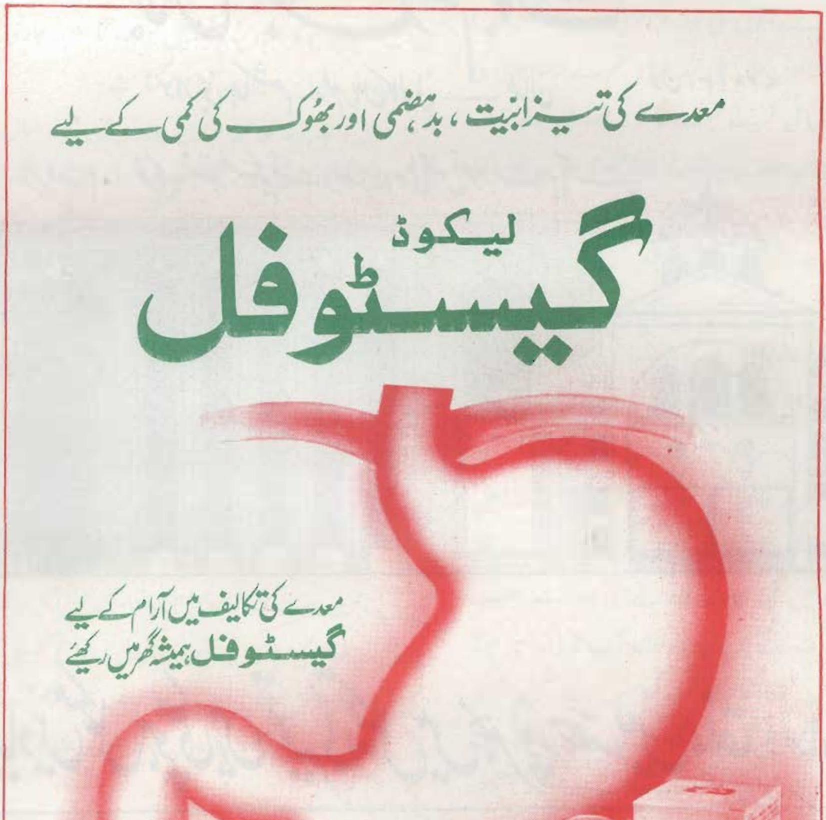


QD – 6